

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188867

UNIVERSAL
LIBRARY

بَعْدَ تَعَالٰی

کتاب

سفرنامہ یورپ

جسٹین

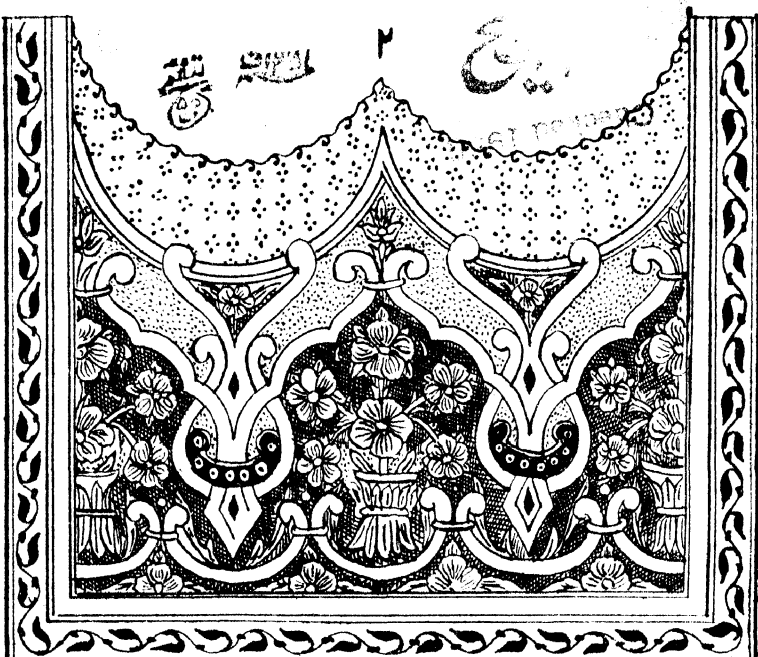
مرزا نثار علی بیگ اکبر آبادی سابق ڈپٹی کلکٹر

نی

اپنے حالات روزمرہ سفر کے وقتاً فوقتاً تحریر کئے

مطبع منقید عالم اگرہ بین طبع ہوتی

۱۸۹۰ء عیسوی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زلزلتِ حمد و نعتِ اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن سجودے میتوان کردن درودی میتوان گفتن

بابِ اوّل در بیان تمہید و سببِ سیاحتِ یوہنا

و اضحیٰ را سے شایقین سیر و سیاحت ہو کہ راقم کو اپنے بدو شعور سے ایک شوقِ طبعی سیر و سیاحت اور دیکھنے عجائباتِ زمانہ کا تھا۔ اور پھر حسنِ اتفاق سے مجھے ایسی ہی خدماتِ بوجہ ملازمت سرکاری میسٹر آئین کہ جنین سفر لازمی تھا جیسے خدمتِ ڈپٹی انسپکٹری مدارس و میمنشی گری دفتر عالیہ جناب صاحبِ ڈاکٹر کسہر بادر سر شہتہ تعلیمِ ممالک مغربی و شمالی و اودھ۔ چنانچہ بوجہِ مامور ہونے کے ان خدمات پر جملہ شہر و اضلاعِ ممالک مغربی و شمالی و بیشتر ضلعِ اودھ کے نظر سے گذر چکے تھے اور سو اہلکے اسی زمانہ میں بحالتِ ماموری خدماتِ مذکورہ پختہ۔ کلکتہ۔ حیدر آباد دکن۔ احمد نگر۔ و گلبرگہ۔ کو بھی دیکھ چکا تھا اور سو اسے اسکے اوّل سببِ سیاحتِ یوہنا میں جب مجھے شوقِ زیارتِ حرمین شریفین کا دامن لگی ہوا

اور اس سفر مبارک کے لئے میں نے درخواستِ نصرت کی بحضور آقا سے نامہ دستبرایم کہ میں صاحبِ بہادر
ڈاکٹر سرسرتہ تعلیم پیش کی اوپر جناب ممدوح نے سواہی حکم منظوری درخواست کے براہِ مزید عنایت
حسب ارشاد جناب سرلیم میو صاحب بہادر لغت گورنر ممالک مغربی و شمالی کے مجھے ایک کمیشن تحریری
منجانب گورنر ممالک موصوف غایت فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم اس کمیشن کے ذریعہ سے طریقہ درس
زبان عربی اُن مقامات کا دریافت کر لاؤ جہاں کہ خود عربی زبان مادری دہان کے باشندوں کی ہو۔
چنانچہ اس تحقیقات کے لئے سوائے عدن - جدہ - مکہ معظمہ - و مدینہ طیبہ - جہان کے واسطے بالخصوص
سفر اختیار کیا گیا تھا۔ سویز - قصر - اسکندریہ - و کٹان - و بیت المقدس میں بھی مجھے جانے کا اتفاق
ہوا اور تعمیل ارشاد آقا سے ممدوح و ہاں کا طریقہ تعلیم معلوم کر اور کچھ کتابیں اور رسائل نامہ اور الوجود جو زبان
عربی اور ملکوں میں میری نظر سے گزرے اور کو خرید کر چلے مینے بعد اس سفر سے ہندوستان میں آیا۔
اور ایک رپورٹ مع سفر نامہ کے گورنر میں پیش کی۔ جسے گورنر موصوف نے اپنے کاغذات سرکاری
کے ساتھ ۱۸۷۷ء میں طبع فرمایا۔

خدا تعالیٰ کا ہزار ہا شکر کہ مجھے اس سفر میں بوقت سیر کرنے ملا و درست اور ملاقات کرنے کو انسان سرکاری
اور غیر قوم کے لوگوں کا اور حج اور زیارت عتبات عالیات کا میسر آیا جس میں خرم و ہم ثواب کا لطف اُٹھایا، مجھے اس سفر
سے اور شوق دیکھنے ملا و درست اور خصوصاً ملک یورپ کا پیدا ہوا لیکن مجھے اس سفر دان کے انصرام کے لئے کوئی سامان
اور موقع نہیں ملا تھا کیونکہ ایسے سفر کے واسطے آؤ لاؤ کر تیر پھر ایک رفیق طریق تجربہ کار مہربان نیک مزاج
بحکم الفیق ثم طریق درکار تھا سو بغایت اسی اپریل ۱۸۷۷ء میں روپیہ بھی صرف راہ کے واسطے خاطر خواہ
جمع ہو گیا اور جناب سی ڈبلیو و ہش صاحب بہادر جنٹ بمسٹریٹ شاہجہان پور جو بقریب نصرت
ولایت جانیوالے تھے مجھے اپنے ساتھ بیچنے کے لئے مستعد ہو گئے پھر کیا تھا میری ہمت بڑھ گئی۔
اور اسپر سس اسمتھ صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع مذکور نے جو وہ بھی ولایت جانیوالی تھیں۔

میری امانت اور ہمراہ لیچھلے کا وعدہ کیا اور اتفاق وقت سے مسٹر ملٹ صاحب بہادر جی ہمارے
ضلع نے بھی تقریب رخصت اسی جہاز میں جانے کی تیاری کی مینے ان صاحبوں کی معیت کو فضیلت
جانا اور جناب مسٹر پورٹر صاحب بہادر کلکٹر کی عنایت سے تین مہینے کی رخصت رعایتی بھی مجھے
مل گئی اور سوائے رخصت کے صاحب مدد ج نے اپنی عنایت سے جسکا مین کمال دل سے شکوہ ہون
ہندوستان سے باہر جانے کی بھی اجازت گورنمنٹ سے دوا دی کیونکہ اس وقت مین بوجہ خاص ملازمان
سررشتہ انتظام کو خواہ متعدد ہوں یا غیر متعدد ہندوستان سے باہر جانے کی ممانعت تھی۔ الغرض اس
تین مہینے کی مدت میں مین ولایت یورپ کو گیا اور یورپ میں خوب سیر کر کے مین الیہاد رخصت اپنی جگہ
پر پھر آیا اور ایک ایک دن کے سفر کا حال از رو زردا جی شاہجہانپور تالا پس اپنی کتاب یادداشت سفر
میں لکھا گیا تھا بغض دوسرے باب میں لکھا جاوے گا لیکن قبل اسکے یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ مجھے اس
سفر کرنے کے لئے کون کون سے اسباب داعی ہوئے چنانچہ اونمیں سے ایک تو وہ ہی میرا شوق طبعی سفر کا
تھا کہ جو مجھے بعد کرنے یا حت چھوٹے چھوٹے ملکوں کے پیدا ہو گیا تھا۔ دوسرے مخصوص دیکھنا اور ملت
اپنے اون محسنوں عالی قدر کا مقصود خاطر تھا جو پنشن لیکر ہند سے ولایت انگلستان کو تشریف لیگئے تھے
اور اپنی عنایتوں اور مہربانیوں سے وہاں سے مجھے یاد کیا کرتے تھے چنانچہ اونمیں سے اول جناب مسٹر
ایم پیس صاحب بہادر مین کہ جنکی خدمت میں یہ لاقم سولہ برس تک علی الانصال میرا منشی اور کنے
دفتر عالی ڈائریکٹری سررشتہ تعلیم مالک مغربی و شمالی وادہ کاراجنکی الطاف اور مہربانی ہاے متکاثرہ
کا شکر کرنا میرے ذمہ واجب ہے۔ دوم مسٹر ایچ ایس ریڈ صاحب بہادر ممبر اعلیٰ صدر بورڈ مالک
مغربی و شمالی مین جنہوں نے مجھے اگر ہر کج سے بعد فرائض تحصیل پہلے نوکری سرکاری عنایت کی اور انجام
کو بڑھا کر ڈپٹی کلکٹر بنا دیا تھا اب مین انکے احسانات وافر کا کیا شکر ادا کر سکتا ہوں۔ سوم جناب والا شان
سٹر لیم سید صاحب ہا ولفنٹ گورنر مالک مغربی و شمالی وادہ مین کہ جنہوں کے سایہ عاطفت میں

سینے تعلیم اگرہ کالج میں پائی اور زمانہ طالب علمی میں میرے وہ متحن زبان عربی ہمیشہ ہوا کئے اور اسلامی
 اسکا رشب مجھے دیا کئے اور ہوشہ جتک کہ وہ خدمات جلیلہ پر ہند میں امور رہے میرے زمانہ ملازمت میں
 خاص ذات کے کیا بلکہ میرے سارے خاندان کے سرپرست اور مربی رہے اور ایسی ایسی عنایتیں
 تو یائین جنکا شکریہ میں ادا نہیں کر سکتا۔ تیسرے یہ سنا کرتا تھا کہ ولایت انگلستان ایک ایسی ولایت ہے
 کہ جسکی تہذیب اور تمدن اور کیفیت ترقی علوم اور فنون زراعت اور صنعت اور انتظام مملکت داری
 کو کوئی ملے دیکھے یا دینیں کر سکتا۔ لیکن ساتھ ہی اسکے ہندو ہو یا مسلمان وہاں کی اقامت سے
 اپنے ایمان کو خیر باد کہدیتا ہے قیود مذہب سے آزاد ہو جاتا ہے اور ہمارے دیکھنے میں بھی آیا کہ
 جو جو ہندو مسلمان کے لئے کے وہاں گئے گو وہ علوم و فنون دنیوی سے بہرہ ور ہوئے لیکن جب وہاں سے
 پھر کر آئے تو انکے خیالات نسبت دینداری اور مرآہ مذہب کے اور ہی طرح پر آزادانہ پائے گئے
 کہ جس سے انکے اہل مذہب بیشتر ناخوش ہی رہے اسلئے میں نے چاہا کہ خود وہاں جا کر دیکھوں کہ
 آیا یہ بے قیدی نتیجہ لایردی وہاں کی اقامت و تعلیم کا ہے یا وہ نتیجہ خود شرارت انکے نفس امارہ کا ہے۔
 چوتھے جب انگلستان ایک ملک دانشمندان اور روشنفکران کا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں کے جانیسے
 لوگ گہرے اور ڈرتے ہیں۔ کیا یہ نتیجہ صوبت راہ کا ہے یا ولایت مذکور میں جا کر اشیاء خوردنی و
 نوشیدنی کے حسب مراد و ہوا بندی مذہب نہ میسر آنے کا ہے اسلئے میں نے چاہا کہ تنہا وہاں کا سفر کر دوں
 اور کیفیت صوبت راہ دیکھوں اور وہاں جا کر اس بات کا بھی امتحان کر دوں کہ آیا کوئی آدمی وہاں تنہا
 بھی باسائش مناسب بیابندی مذہب زندگی بسر کر سکتا ہے یا نہیں اور جو کر سکتا ہے تو کیسے اور کتنے
 صرف میں۔ پانچویں اس بات کو انگلستان میں جا کر خوب غور سے دیکھوں کہ کیوں جمیع اہل انگلستان
 خلاف اور سلطنتوں ایشیائی کے اپنی گورنمنٹ کے دل و جان سے خیر خواہ اور جان نثار ہوتے ہیں
 گو وہاں کے بھی لوگ قوم اور مذہب میں مختلف ہیں اور کیوں پورانی دنیا کے ہرے ہرے ملکوں سے

اس چھوٹے سے جزیرہ کے باشندے دولت - تہذیب علم اور ہنر - صفائی - انتظام ملک میں اور قوت بحری و بری میں کو بے ہمت لگتے ہیں۔

باب دوم در بیان حالات روزانہ سفر

۱۹۔ اپریل ۱۸۸۷ء روز یکشنبہ کو تین بجے رات کے میں شاہجہانپور کے ریلوے اسٹیشن سے روانہ الہ آباد ہوا اور اسی تاریخ پانچ بجے شام کو الہ آباد پہونچا۔

۲۰۔ اپریل ۱۸۸۷ء روز دوشنبہ کو مسٹر سی ای ڈنیل صاحب بہادر حاکم بورڈ ممالک مغربی و شمالی وادہ اور مسٹر منٹ صاحب بہادر قائم مقام سکریٹری بورڈ مذکور سے ملا۔ ۷ بجے شام کو جبلیور کی ریل میں بعزم روانگی بمبئی سوار ہوا سوائے محصول اسباب دوسرے چندانہ کرایہ درجہ دوم کا دیا گیا۔ اسی ریل میں مسٹر سی دہش صاحب بہادر موصوف اور امی چرچر صاحب بہادر بیرسٹریٹ لائیکس مسٹر دہش صاحب موصوف کے مع مسس اسمتھ صاحب سوار ہوئے اور دوسرے دن ۲۱۔ اپریل روز شنبہ کو ہم چھ بجے شام کے اسٹیشن گھنٹہ داسے گذر کر اسٹیشن منڈوا کے پاس پہنچے تھے کہ چارویں ریل دوسری ایک مال گاڑی سے جو بمبئی سے آتی تھی لڑگئی جس سے چند آدمی زخمی ہوئے مگر مغفین اور مسٹر دہش صاحب بہادر کی بھی کپٹی میں ایک ہلکا سا خراش آیا اور ایک گھنٹہ تک ہماری ریل بغرض درستی انجن کٹری رہی پھر سات بجے شام کے وہاں سے چلی اور دس بجے رات کے بعد اول پہنچی وہاں سے میں نے ایک تارا اپنے آنے کا نام مسٹر بیرام جی اور بیرن جی سیٹھ پاڑی کے بمبئی کو بھیجا۔

۲۲۔ اپریل ۱۸۸۷ء کو بروز چار شنبہ ۱۰ بجے دن کے بمبئی چھنچا اور بیرام جی پارسی سیٹھ سے اسٹیشن پر ملا اور ان کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو کر اسپیرٹل ہوٹل میں جس کے منیجر سیٹھ بیرام جی ہنام چارے دوست بیرام جی سیٹھ کے تھے گیا۔ چار روپیہ روزانہ خرچ کھانے اور اقامت کا

قرار پایا اور اسی روز میرا مہم جو سیٹھا اپنے دوست کے ساتھ اسباب ضرورت سفر کا مین نے بازار سے جا کر خرید لیا اور خوب سیر مار کیٹ اور دیگر ہندوستانی بازاروں کی کی اوسی ہمارے ہوٹل کے پاس جانب دکن گیٹ ویسٹرن ہوٹل مین مسٹر دہش صاحب بہادر اور چرچ صاحب موصوف ٹھہرے تھے۔
۲۳- اپریل ۱۸۸۵ء بروز جمعہ کو بذریعہ جناب مسٹر دہش صاحب بہادر کے مین نے ساڈھے پانسو روپیہ دیکر ایک ٹکٹ واپسی درجہ دوم جہاز چوسن کا مول لیا یہ جہاز پی اینڈ او کمپنی کا تھا جو ڈاک سرکاری ہندوستان سے لیکر ہفتہ وار لندن کو جایا کرتا ہے اور وہاں سے لایا کرتا ہے اور یہ قوارڈینی مذکور سے میرا ٹھہرا کہ مجھے اوس ٹکٹ کے ذریعہ سے یہ اختیار حاصل ہو کہ کمپنی مذکور کے میل کے جہاز مین براہ مانڈو جبرالٹر و پل تھہ لندن کو جاؤں اور پھر براہ برٹنسی و اسکندریہ و سویڈن بمبئی کو واپس آؤں۔

۲۴- اپریل ۱۸۸۵ء کو بروز جمعہ قریب تین بجے دن کے مین چوسن نام جہاز پر سوار ہوا۔ اس جوسن جہاز کا طول چار سو فٹ اور عرض تیس فٹ تھا اور $\approx$ لاکھ روپیہ مین وہ بنا تھا اور اوسکے انجن مین طاقت ۲۸ ٹھہ سو گھوڑوں کی تھی اور چار ہزار پانسو ٹن بوجھ اٹھاتا تھا۔ اس کمپنی کے پاس پچاس جہاز مین اونہیں سے یہ بھی ایک اچھا اور نیا جہاز گنا جاتا ہے اور مین سو میل فی یوم چلتا تھا۔ غرض ہمارے جہاز نے آج ساڑھے پانچ بجے دن کے اپنا لنگر اٹھایا۔

رفتار اسکی ایسی سبک تھی کہ مجھے نہ دوران سفر ہوا اور نہ ہی مبتلایا۔ درجہ دوم کی کوٹھریاں اگرچہ کچھ قدر بہ نسبت کوٹھریوں درجہ اول کے تنگ ہوتی ہیں مگر جب اونہیں غزوت طہارت اور صراحیان وغیرہ آبخوشی کی رکھی جاتی ہیں تو اور بھی جگہ کی اونہیں قلت ہو جاتی ہے اور پھر ایک ایک کمرہ مین دو دو اور کسی مین تین تین بلکہ چار چار برتھ بصورت پنگ لگائے جاتے ہیں جنہیں یہ ایک ایک خوابگاہ ایک ایک مسافر کو دی جاتی ہے مگر میرے کمرہ مین دو خوابگاہیں تھیں اور دوسرا مسافر نہ تھا اس سے مجھے بہ نسبت اور مسافروں کے زیادہ تر آرام ملا۔ رفع ضرورت کے لئے درجہ دوم مین

مردوں کو واسطے دو پائینانہ جدا گانہ تھے جو ہمیشہ صاف اور ستھرے رہتے تھے اور ایک غلخانہ تھا جس میں چینی کی قلعی تھی اور ایسے ہی درجہ دوم کی عورات کے لئے ایک پائینانہ اور ایک غلخانہ جدا دیا گیا تھا۔ اور بری بڑی دو میزوں کھانا کھانے اور بیٹھنے کے لئے ہل روم میں ہمارے درجہ اول کے لئے نصب تھیں۔ چونکہ کمرے ہمارے درجہ کے باعث حرارت موسم و ضیق ہونے کے اوائل ایام سفر میں بہت گرم رہتے تھے اسلئے میں ہمیشہ رات کو ڈوٹیک یعنی عرشہ پر سو یا کرتا تھا اور دن کو بھی اکثر وہیں رہا کرتا تھا صحنہ نہانے اور کھانے اور رفع حاجت کے لئے نیچے آیا کرتا تھا۔

۲۵۔ اپریل ۱۸۸۵ء سے لغات ۲۹۔ اپریل ہمارا جہاز بخوبی چلتا رہا۔ میں غنائون سٹر دہش صاحب بہادر کا مشکور ہوں کہ اونکی تحریک سے چیف اسٹورڈ جو ایک شریف آدمی تھے مجھے گوشت بھیڑی کا مسلمان باور چیون کے ہاتھ سے پکوانا کبھی بصورت قورمہ اور کبھی بصورت قلیہ بشمول ذیل ردئی اور چانول۔ دودھ۔ خاگینہ بیضہ۔ بھیجا کرتے تھے۔ اور مرزا۔ کمن۔ چٹنی۔ ترکاری انگریزی باور چیون سے آیا کرتی تھی۔ اور ہماری کلاس کا اسٹورڈ جسے خانسان کہنا چاہیئے وہ اور اسکے ماتحت جنگلو پور جوگی کہتے ہیں وہ سب مجھے یہ محبت پیش آتے تھے اور یہ بھی اسٹورڈ وغیرہ ہمارے کمرہ کو روزانہ صاف کیا کرتے تھے اور بچھونا لگا یا کرتے تھے۔ میں اوائل ایام سفر میں ہر روز مسند کے پانی سے غسل کیا کرتا تھا اور پیٹے کیواسطے ہمیشہ ہکوبن کا پانی ملتا تھا درجہ دوم کے مسافروں کو پانچ دفعہ کھانا میز پر ملا کرتا ہے یعنی صبح کو چٹھہ نیچے چاء اور کچھ بسکٹ ٹوسٹ اور کمن ردئی آیا کرتی تھی۔ پھر آٹھ بجے بریک فاسٹ یعنی ناشتہ آیا کرتا تھا جس میں کئی قسم کے کھانے عمدہ اور لذیذ ہوتے تھے۔ پھر ایک بجے بڑا کھانا آتا تھا اوسمیں بھی چنداقسام کے لذیذ کھانے اور بیوے فصل اور مٹھیاں ہوتی تھیں پھر پانچ بجے دُز دیا جاتا تھا اوسمیں اکثر بہت قسام کے کھانے ہوتے تھے۔ پھر آٹھ بجے لات کے بسکٹ دہنیر آیا کرتا تھا اور ہر روز آٹھ بجے صبح کو

بازار
میں
کئی
دکانیں
و
خانے
تھے

ایک فہرست کھانوں کی جو اوس روز میز پر لگانے منظور ہوتے تھے منجانب چیف اسٹور ڈرکھی جایا کرتی تھی۔
مگر مین بوجہ اپنی ہندی عادت کے صرف دو تین دفعہ کھانے کو میز پر جایا کرتا تھا ایک تو آٹھ یا نو بجے دن کے
اور پھر شام کو ۵ بجے اور کبھی کبھی ایک بجے دن کے بھی۔

۳۰۔ اپریل ۱۹۴۷ء کی صبح کو ہم خدا کے فضل سے عدن پہونچے اور ساڑھے دس دن تک ہمارا جہاز
لنگر انداز رہا۔ یہاں سے ہم نے اپنے وطن ہندوستان کو کئی خطرہ اڑانے کئے۔ پھر ساڑھے دس بجے دن کے
جہاز نے کوئٹہ لیکر لنگر اٹھایا اور شام کے چار بجے باب المندب کو طے کیا۔ اس روز موسم اچھا اور ہوا
ٹھنڈی تھی مگر عدن کے پہونچنے سے پہلے دو روز بہت گرمی پڑی تھی۔ آج راہ میں ہلکو جنگلی جہاز اور
مال کے جہاز سواکن اور جہدہ سے آتے ملے ایسا کوئی گھنٹہ خالی نہ گیا کہ جس میں جہاز کے خبر دینے والے
نے گھنٹہ اطلاع آمد جہاز کا نہ بجا ہو۔ اور یہ خبر دینے والا جہاز کا ایک ملازم ہوتا ہے جو ہمیشہ جہاز کے
اوّل حصہ پر کھڑا رہتا ہے اور اوسکے پاس ایک گھنٹہ ہوتا ہے جو وہ جہاز کے سامنے سے آتے وقت
بجا دیتا ہے۔

یکم مئی ۱۹۴۷ء کو بحر قزقمین ایسی گرمی اوّل وقت سے چار بجے تک رہی کہ ہر سافو کے ہوش
اڑ گئے چنانچہ دس بجے دن کے تکلیف گرمی سے بیتاب ہو کر میں نے جناب و ہش صاحب بہادر سے عرض کیا
کہ جناب اگر یہ ہی گرمی رہی تو میں سویز سے آگے نہ جاسکو لگا ورنہ میری تندرستی میں بالکل فتور آجائے گا
اور پھر صاحب ممدوح نے تسلی دیکر فرمایا کہ اگر تمکو سویز تک بلکہ آج ہی شام تک ہواے سردی نہ آئے
تو تم سویز سے اوتر جانا۔ مگر فضل آجی سے اوسی روز چار بجے دن کے جب جہاز ہمارا بمقابلہ جسیرہ
جبل الطیر پہونچا تھا تو ہواے سردی کے جمو کے آنے لگے اور رات کو ایسی سردی ہوئی کہ چار بجے صبح سے
مجھے شدت سردی سے نیند نہ آئی۔

۲۔ مئی ۱۹۴۷ء کو تو صبح ہی سے ہواے سرد چلنے لگی اور شام کو اس قدر سردی ہوئی کہ دو دو گر کم

کے پہننے کی حاجت ہوئی۔ آج چار بجے شام کو جہاز ہمارا جگدہ کے سامنے گذر رہا تھا جہاں سڑیا بہیل کا فاصلہ تھا۔

۳۳۔ مئی ۱۸۵۷ء کو دریا میں بہت تلاطم رہا مگر جہاز کے نئے اور مضبوط اور بڑے ہونے سے کچھ زیادہ مکان نہ معلوم ہوا اور شدت سردی سے موسم مثل سہراے دسمبر و جنوری ہنس کے ہو گیا۔

۳۴۔ مئی ۱۸۵۷ء کو جہاز ہمارا ساڑھے چار بجے دن کے سونیز میں پہونچ کر گنگر انداز ہوا۔ اور جن مسافروں نے بازی جہاز کے پہونچنے کی بابت ادسوقت کی لگائی تھی وہ حیرت گئے چنانچہ میٹرکراؤن ڈیپٹر

آف اکیس پرس کھنڈوں نے ۲۹۔ شنگ اپنے ساتھیوں سے جیتے۔ ادسوقت حکم قرظینہ میں رہنے کا بیعہ ۲۴ گھنٹہ صادر ہوا چنانچہ میٹراؤنڈ کو ترک ہم جہاز مذکور ہی میں رہے اور بعد میٹراؤنڈ کو رکے ۵ مئی سنہ

ایکومیل اور وہ مسافر جو برٹنسی کی راہ سے ولایت جانے والے تھے سونیز میں اونز گئے اور ادسوقت سے کشتیان آبادی سونیز سے اسباب سوداگری کا لیکر آئی شروع ہوئیں اونے اہل جہاز نے میوے اور

اسباب ضروری خریدے۔ داد سند سے اونکی معلوم ہوا کہ سونیز کے عرب بڑے سخت اور لڑاکو ہوتے ہیں۔ غرض ساڑھے چھ بجے شام کے میل جہاز سے اوتا را گیا اور قریب چالیس مسافروں کے جو براہ برٹنسی یورپ

کو جانے والے تھے وہ سونیز میں اوتا را کر اسکندریا کو براہ ریل روانہ ہوئے اور حساب کرنے رفتار جہاز سے معلوم ہوا کہ یہ جہاز براہ تری ۱۹ یا ۲۰ مئی سنہ ایکہ کو لندن پہونچے گا۔ مگر جہاز ہمارا بوجہ ضیق راہ نہر سونیز کے شب کو

بھی دین کھرا ہا اسی بندرگاہ سے نہر سونیز کی جانب مشرق ایک باغچہ دکھائی دیا اور ایک کنواں بھی نظر آیا اس باغ میں ترمودغیر کے کچھ بنزد درخت تھے اور اسی باغ کی عکسی تصویریں عرب لوگ دکھاتے پرتے

تھے اور کہتے تھے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر فرعون کے ہاتھ سے بچکر سمندر کے پار اوتا را گئے تھے اور فرعون یہیں غرق ہوا تھا۔ یہاں جہاز اس کثرت

سے آتے جاتے تھے کہ گویا ایک میلا جہاز دن کا وہاں لگا رہتا ہے۔

۶۔ مئی ۱۹۴۷ء روز چار شنبہ آج کے دن علی الصباح جہاز ہمارا نہر سویز میں روانہ ہوا جسکی کل مسافت ۵۷ میل کے قریب ہے اور دس کو س چکر ایسے مقام پہنچا جہاں عرض نہر سویز کا گنگا کی نہر سے جو متصل روڑ کی کے ہے بدرجہا چھوٹا تھا اور کسی حالت میں وہاں سے دوسرا جہاز تو کیا بلکہ کوئی کشتی بھی لے سکے پاس سے گز نہیں سکتی تھی۔ اسی اشکال آمد و رفت کے دور کرنے کے لئے جابجا ڈائین بائین اسٹیشن واسطے ٹھہرنے اور بچ جانے جہاز کے متمتعہ نہر سویز نے بنائے بین اور وہ اسٹیشن مثل چھوٹی چھوٹی جھیلون کے ہیں جنکے راستے نہر سویز سے ملے ہوئے ہیں یعنی جب کوئی جہاز سمت مقابل سے آجاوے تو ایک جہاز اوسکو راہ دینے کے لئے جھیل میں ہٹ جاوے۔ چنانچہ چند مرتبہ ان اسٹیشنوں میں اور جہازوں کو ٹھہرا اور ہمارے جہاز کو راستہ دینا پڑا۔ میری کئی دن سے طبیعت غلیل تھی اور اسہال کی شکایت تھی جو مناجیچ رسول سر جن جہاز سے جاتی رہی۔

۷۔ مئی ۱۹۴۷ء روز شنبہ ایک شپ کو ہمیں نہر سویز میں ٹھہرنا پڑا جہاں سے کپورٹ سعید ۲۵ یا ۳۰ میل رہ گیا تھا۔ اور ۶۔ مئی کو تمام دن میں صرف ۵۸ میل جہاز ہمارا اوسی ہرج مرج ضیق راہ سے چلا۔ عرض وہاں سے جمعرات کی صبح کو جہاز ہمارا آگے روانہ ہوا اور دس بجے دن کے کپورٹ سعید میں پہنچا اور چار بجے دن تک کو ٹھہرا اور ٹھہانے کے لئے وہیں مقیم رہا۔

پورٹ سعید واقعی ایک بہت عمدہ اور خوبصورت بستی ہے جہاں بلند بلند خوشنما کوٹھیاں کمپنیز جہاز ران ملک جرمن دفاتر دہشتہرا کی بنی ہوئی ہیں اور ذرائع سیس بیان زیادہ نظر آتے ہیں اور وہی زیادہ داد و ستد کرتے ہیں۔ یہاں کی مشہور عمارات میں سے محل شاہی حضرت خدیو کا ایک عمدہ مکان ہے اور ایسی ہی بارک فوج خدیوی بھی لایق دیکھنے کے ہے۔ عرض عمدہ عمارتیں یہاں کی اکثر مشاہیر یورپ کی عمارتوں کے ہیں اور ایسی بزرگاہ کو یورپ کا دروازہ کہنا چاہیئے اور اسوقت سردی یہاں ایسی پڑتی تھی جیسے ہندوستان میں چلوں کے جاڑوں میں۔ جہاز ہمارا بمقابلہ ایک ہوٹل کے ٹھہرا ہوا تھا جسکا نام کرسٹل پلس

تھا جہاں مسافر اور ترے ہیں اور شہر کے لوگ اخبار وغیرہ بھی پڑھنے کو آتے ہیں اور قہوہ و چائے پیتے ہیں اور اور انگریزی پے اینو باجا بھی بجاتا تھا۔ اس بندرگاہ میں ایک عمدہ بازار جو اور ترکی ٹوپیاں بیان بہت سی بکتی ہیں۔ جہاز ہمارا یہاں سے چار سو روپے روانہ ہوا تھا مگر بوجہ مر جانے اور تکفین کرنے ایک انگریز مسافر کے جو سوئیس ہمارے جہاز پر سوار ہوا تھا جہاز کو ہمارے بنا چاری سہ گھنٹہ اور ٹھہرا پڑا اور شام کے ۷ بجے بعد لنگر اڑھا گیا اور یہیں سے بحوروم میں ہمارا جہاز داخل ہوا اور بحوروم قلعہ اور منہر سونہ کی حد ختم ہوئی۔ ۸ و ۹ مئی ۱۸۵۷ء یوم جمعہ دشنبہ کو جہاز ہمارا جانب مغرب چلنے لگا اور جتنا جتنا ہم نوب کو بڑھتے تھے اسی قدر سردی بڑھتی جاتی تھی اور موسم خوشگوار ہوتا جاتا تھا اور ہوا نہایت خوش آئند اور مفرح و مقوی معلوم ہوتی تھی۔

۱۰۔ مئی ۱۸۵۷ء یوم کیشنبہ کو بھی جہاز ہمارا بحوروم میں چلتا رہا مگر گذشتہ دو دن سے سردی کم ہو گئی تھی گو مجھے شکایت اسہال پر پیدا ہو گئی تھی اور دوسرے بوا سیر کی بھی شکایت ہو چلی تھی۔ ۱۱۔ مئی ۱۸۵۷ء روز و دشنبہ آج صبح کو ۷ بجے ہم بندر مالطہ میں پہنچے اور ۹ بجے شہر کے دیکھنے کو ایک کشتی پر سوار ہو کر ہمراہ رفقا سے جہازی اپنی کلاس کے گئے اور وہاں سبب انگور نارنگی وغیرہ میوے خریدے اور کھائے اور اس چلنے بھرنے سے میرے اسہال کو بہت آرام ہو گیا۔ بندرگاہ یہاں کا ایک نہایت مستحکم اور محفوظ بنا ہوا ہے اور یہاں کا قلعہ اور فصیل اس سے بھی نہایت مضبوط بنا ہے بلکہ یون کنا چاہیئے کہ جزیرہ مالطہ سے کہ جو درمیان ذوبزدن انفریقہ اور یورپ کے واقع ہے اور گذرگاہ عام اون جہازوں کا ہے کہ جو بحوروم میں بحرا طینک سے آتے ہیں یا وہاں سے باہر جاتے ہیں اس جزیرہ کا طول ۷۱ لمبے اور عرض ۹ پیمیل ہے یہ ایک نہایت مستحکم اور محفوظ لڑائی کا موقع ہے کہ جہیں چار پلٹنیں گورہ کی رہتی ہیں اور بہت زبردست توپیں مورچوں میں بیان کے نصب ہیں کہ جہیں سے ایک ایسی بڑی توپ جدید قسم کی ایک برج میں لگی ہوئی ہے کہ جس کا گولہ ۸ میل تک پہنچ کر حریف کے جہاز

آہنی کوتاہ کو ڈالتا ہے یعنی کسی غنیمت کو کوئی جہاز بے مرضی گورنمنٹ انگلشیہ کے نہ بحروم میں جاسکتا ہے اور نہ وہاں سے آسکتا اور جزیرہ گورڈام بھی جو اسی جزیرہ کی جانب شمال و مغرب کے ہے اسکے ساتھ شامل ہے۔ اس شہر میں مالطہ کی تمام سڑکیں پختہ مضبوط پتھر کی ہیں اور ایسی ایسی دس سڑکیں دسین پورب سے کچھ تک گئی ہیں اور جسکے دو نوں حاشیوں پر نہایت بیش بہا اور خوبصورت مکان پختہ ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ کی قیمت کے دو منزلہ سے لیکر ۴-۵ منزلہ تک بنے ہوئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ بلندی اسکی سطح بحر سے ۵۰ فٹ ہے اور ایسی ہی گیارہ سڑکیں وسیع زدایا توایم پر تقاطع ایسے ہی مکانات خوشنما اور عایشان کے ساتھ اوٹر سے دکن کو گئی ہیں۔ اگرچہ غلہ گہوئیں میان زمین پیدا ہوتا مگر بوٹ ہرے بھرے اور نارنگی۔ بادام۔ کیلہ۔ انگور۔ اور دیگر ترکاریاں بہت افراط سے باغوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ تعداد مردم شماری اس جزیرہ کی ایک لاکھ باون ہزار ہے۔ یہاں کا بازار اور خاص مارکٹ اور کتب خانہ اور میوزیم اور سطح خانہ اور گورنر کا محل قابل دید ہے میان کے لوگوں کی بولی میں جو اکثر انگلش ہے الفاظ عربی بہت آمیز ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ میان بھی ایک وقت حکومت اہل عرب ہو گئی تھی اسی روز سارے تین بجے دن کے چارے جہاز نے لنگر اٹھایا گو ہوا تند تھی مگر جہاز میں جنبش کم تھی۔

۱۲۔ مئی ۱۸۵۶ء شنبہ کو جہاز ہاراکنارہ کنارہ ملک افریقہ کے چلتا رہا موسم نہایت اچھا تھا راہ میں ایک جزیرہ ہکولام سے کٹن کا جزیرہ کہتے ہیں مگر کوئی کشتہ ہکولام نہ نظر نہیں پڑا۔

۱۳۔ مئی ۱۸۵۶ء چار شنبہ کو صبح سے ہی ملک افریقہ کے پہاڑ جو برقبے ڈھکے ہوئے تھے سبز رنگ کناروں کے متصل بائیں طرف دکائی دے جو علاقہ ٹونس الجزائرہ کے کہلاتے تھے۔ کل کی یہ نسبت ہوا ملائم تھی مگر موسم دیا ہی ٹھنڈا تھا۔

۱۴۔ مئی ۱۸۵۶ء پنجشنبہ کو دریائین بوجہ تیزی ہوا کے ایک ایسا جوش و خروش پیدا ہوا کہ جس سے

کئی دفعہ مومین سمندر کی ہمارے جہاز کے عرشہ پر سے ہو کر گزرتے ہیں اور مجھے تمام دن غسیان اور دورانِ سر
 رامیر سے سوا اور اور لوگ بھی اوسى عارضہ میں مبتلا رہے۔ خدا کے فضل سے شام کے ۷ بجے وہ جوش دیا کا اور
 زور ہوا کا کم ہو گیا۔ اس روز ہمارى دائیں طرف بھی برف کے پہاڑ نیچے نیچے کنارہ ملک اسپرکچ نظر آتے رہے۔
 ۱۵۔ مئی ۱۸۵۸ء روز جمعہ کو ہم علی الصبح جبرالٹر (جبل الطارق) کی بندرگاہ میں داخل ہوئے۔ ہمارے
 بائیں ہاتھ پر کنارہ سمندر کے علاقہ سلطان مراکو کا دکھائی دیتا تھا جو عارتین انگریزی از جانب سرکار
 انگریزی کے بندگاہ جبل الطارق میں بنی تھیں وہ اور عارتون سے اس ملک کی زیادہ خوشنما اور مضبوط
 معلوم ہوتی تھیں اور جملہ عارتین اس بندرگاہ کی ایک سطح نامہ اور پردا من کوہ کے واقع ہیں جس حصہ بندر میں
 کہ آبادی سرکار انگریزی کی ہے وہاں بڑی بڑی توپیں قلعہ شکن لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ایک توپ
 سب سے بڑی جو حال میں ایجاد ہوئی ہے اور جس کا گولہ ۸ میل جاکر جہاز آہنی میں گھس جاتا ہے اور لکھزار
 روپیہ کے قریب اس کے ایک فیر کرنے میں صرف ہوتا ہے مثل باطلایک مورچہ میں نصب تھی۔ اسے مقام
 پر بحرِ روم ایک تنگ آبنا سے جس کا عرض ۱۰ میل سے کم ہوگا بحرِ اطلنٹک سے ملتا ہے اس آبنا سے
 کے داہنی طرف ملک اسپرکچ کا ہے اور بائیں طرف علاقہ سلطان مراکو کا۔ آبادی یہاں کئی کچھ ماٹلا سے
 زیادہ خوشنما ہیں یہ ترکاریاں اور میوے یہاں بھی افراط سے اور سستے جتے ہیں چنانچہ اٹھارہ
 نارنگیاں چھپے پنس کو بیٹے مول لی تھیں۔ سردی یہاں اس کثرت سے پڑتی تھی کہ دسمبر اور جنوری کا
 جہاز جو ہندوستان میں سخت گنا جاتا ہے وہ یہاں نے حقیقت تھا۔ آدھ روفت جہازوں کی اس کثرت
 سے اس آبنا سے میں تھی کہ کسی سمندر میں یہ کیفیت بخشنے نہیں دیکھی۔ الغرض یہاں سے بھی ہمارے جہاز
 نے ۱۰ بجے دن کے ٹکراؤ ٹھایا اور پل متعہ کو سیدھا روانہ ہوا۔

۱۶۔ مئی ۱۸۵۸ء روز شنبہ کو حسب دستور جہاز ہمارا چلتا رہا اور چھوٹے چھوٹے پہاڑ برف کے
 جو علاقہ سلطان مراکو کے تھے نظر آئے اور ایسے ہی ۱۷۔ مئی روز یکشنبہ کو برف کے پہاڑ علاقہ اسپرکچ کے

نظر آنے لگے اور آج ہی چار بجے دن کے جہاز ہمارا بے آن بسکی کے سمندر میں داخل ہوا جہاں کی سردی اور تلاطم دریا اور طوفان ہوا جہاز رانوں کی زبان پر ضرب المثل ہے اور بہت احتیاط سے کپتان جہاز دن کے اوسین جہازوں کو چلا تے ہیں۔ چنانچہ بارہا موحین سمندر کی بڑی بھیانک آواز سے ہمارے سطح بالا سے جہاز سے اوپر ہو کر گزر گئیں اور دریا کے شور سے جہاز میں ایک عظیم ہل چل پڑ رہی تھی بہت سے مسافر ہلکا کھانا بوجہ دوران سر کے چھوٹ گیا تھا کہ اسی عرصہ میں ایک اور جہاز ہمارے جہاز کے قریب سے ٹھکڑا گئے کو جانے لگا کہ ہمارے جہاز کے کپتان نے اس کو آگے بڑھنے نہ دیا پھر جہاز اوّل الذکر نے اپنے جہاز کی رفتار کو اور تیز کر دیا غرض اسی شوق مسابقت میں دونوں جہاز دن نے گھوڑ دوڑ کرنا شروع کر دی اور دودن تک یہی دوڑ چھپت دو دنوں جہاز زمین ہوتی رہی۔ غرض جب راستہ اوسکے جہاز کا جانب لندن پھرا اور ہم جانب پلیمتھ روانہ ہوئے تب اوس یہودہ گھوڑ دوڑ سے ہمیں نجات پائی۔

۱۸۔ مئی ۱۸۵۵ء دو شنبہ کو ۸ بجے رات کے جہاز ہمارا مقام خطرناک بے آن بسکی سے بنیٹ لگ گیا جس سے لوگوں کے دلوں میں ایک جوش خوشی کا پیدا ہوا اور ہرے کے نعرہ بلند کئے۔

۱۹۔ مئی ۱۸۵۵ء شنبہ کی صبح کو پلیمتھ کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ یہ پہلا بندر ہیکو جزیرہ انگلٹنڈ کا ملا جو ایک ایسے اچھے موقع پر واقع ہے کہ جسکی عمارتوں اور منظروں کا لطف بے دیکھے باور نہیں ہو سکتا جہاں جہاں درخت راہ میں اس بندر کے چھوٹے چھوٹے پہاڑوں پر نظر آئے وہ ایسے خوبصورت اور خوش قطع بنے ہوئے تھے کہ جیسے کوئی لایت باغبان درختان چین کو کاٹ جھانٹ کر خوشنما کر دیتا ہے اور ایسے ہی جو کمیت و حال پہاڑیوں پر نظر آتے تھے اور قدرتی نہرین ادنین بہہ رہی تھیں اونے تنہا سے باغ کا لطف پیدا ہوتا تھا۔ اون کمیتوں میں خلافت ہندوستان کے گیون جوار اور آلو بوئے ہوئے تھے۔ یہ بندر گاہ جزیرہ انگلستان کے جنوبی کنارہ پر واقع ہے اور اسی جگہ سے بہت سے مسافر جو ہماری ڈاک کے جہاز میں براہ سمندر آئے تھے اور ترکر بذریعہ ریل کے اپنے اپنے گھر

چلے گئے اور اسی مقام پر اسباب محصولی کے افسران پرمٹ تلاشی لے لیتے ہیں اور اسکا محصول وصول کیا کرتے ہیں مگر معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ محصول یہاں تھا کہ اور شراب کا کیا جاتا ہے اسی بندرگاہ میں ایک دیوار مند زمین تھیم گیلٹی ہے جس سے موج طوفان کا اون جہازوں کو جو اندر اوس احاطہ دیوار کے آجاتے ہیں کچھ گزند نہیں پہنچا سکتا ہے۔ غرض منظر اس بندرگاہ کا جلد بندرگاہوں سے جو میری نظر سے گذرے نہایت عمدہ تھا۔ مجھے سواے سرتون کے جو اقامت سفر سے اور مع انخیر پہنچنے انگلستان سے اور دیکھنے عجائب روزگار اور دلکش منظروں سے حاصل ہوئی تھیں انہیں سے ایک یہ بڑی خوشی تھی کہ جناب ایمر کمپسن صاحب بہادری کے پاس سے ہیرس نام ایک ایجنٹ ملازم گرینڈ لے اینڈ کو کمپنی کا ایک خط میرے نام لایا جس میں یہ ذکر تھا کہ آپ کے پاس یہ ایجنٹ پہنچتا ہے اب آپ کو کچھ تکلیف درباب سفر و اقامت انگلستان نہ ہوگی۔ اور یہ ایجنٹ سب طرح سے امداد آپ کی کریگا اور جب تم ۲۰ مئی ۱۸۸۷ء کو جہاز سے اتر کر لندن پہنچو گے تو میں بھی تمہارے دیکھنے کو ۴ بجے دن کے اسٹ سے دفتر میں گرینڈ لے اینڈ کو کمپنی کے آؤنگا چنانچہ اوس ایجنٹ نے بھی مجھے کہا کہ آپ مجھے اپنا اسباب تبادین اور نشان و بیدین میں افسران پرمٹ کو خود کھا دوں گا اور جو محصول واجب ہوگا وہ ہی دیا جائیگا۔ اور یہ آپ کو اختیار ہے کہ یہاں سے براہ خشکی ریل پر سوار ہوں دن کو تشریف لے چلن یا براہ تری چنانچہ قصد جانے لندن کا ہمراہ لیجنٹ براہ ریل میں مشورہ جناب شرویش صاحب بہادری کے ملتوی کیا اور پرمٹ والوں نے معائنہ میرے اسباب کا بوجہ کوشش ایجنٹ نہ کر کے بسولت کر لیا۔ پھر میں نے ایجنٹ نہ کر کو رخصت کر دیا اور جہاز چارواہ نے روانہ لندن ہوا۔ جب جہاز چارواگے چلا تو ڈیوین شایر کے پہاڑوں پر عجیب عجیب مکان و دلکش اور کھیت سبز لہلاتے نظر سے گذرے اور ایسے ہی جب انگلش چینل سے جہاز گذر رہا تھا تو راہ میں کچھ خوشناتھیں اور آباریان نظر آئیں کہ جگہ لطف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۰۔ مئی ۱۸۸۶ء روز چار شنبہ کی صبح کو ہمارا جہاز داخل بندرگاہ ہوا اور قریب تھا کہ ہم لوگ جہاز سے اتریں مگر بانی بندرگاہ مین بوجہ جہاز کے کم ہو گیا تھا اسلئے کپتان نے ہمارے جہاز کے بندرگاہ مین اپنے جہاز کا ٹھہرنا مناسب نہ جانا اور پھر لوٹا کہ ۹ بجے دن کے ہنگام گرم پوسٹڈ لنکرڈ والا۔ اور سافون کو وہیں اوتا رہا ہم بھی ہمراہ جناب مسٹر و ہش صاحب بہادر کے جہاز سے اترے اور ایک کشتی دُخانی مین سوار ہو کر کنارہ پہنچے اور وہاں سے ذریعہ ریلوے کے لندن کو روانہ ہوئے۔ کرایہ اس کشتی کا چھو ۶ شلنگ ۳ پینس دینے ہوئے تھے۔ جب ریل ہماری لندن مین پہنچی اور ہمارا اسباب بھی وہیں اوتا گیا تب وہاں سے جناب مسٹر و ہش صاحب بہادر مجھے ایک کیب مین (یہ کیب ایک قسم کی گاڑی ہوتی ہے جو زیادہ بلند نہیں ہوتی اور نہایت خوبصورت ہلی ہوتی ہے کبھی کوچوان اسکا آگے کوچ کس پر بیٹھ کر اکتا ہے اور کسی گاڑی مین پیچھے ایک بلند کوچ کس پر بیٹھ کر اکتا ہے) سوار کر کے آفس مین گرینڈ لی اینڈ کو کمپنی کے بمقام پالیمینٹ اسٹریٹ نمبر ۵ کے لیکنے۔ وہاں گورنر کمپنی مذکور نے بعد از ملاقات معمولی مجھے لکھا کہ اپنے آپ کے ٹھہرنے کے لئے کونٹ کارڈن ہوٹل کو مختص سبزی منڈی شہر لندن کے وسط شہر مین عمدہ موقع پر واقع ہے تجویز کیا ہے۔ چنانچہ وہاں سے مسٹر و ہش صاحب بہادر تو اپنے گھر کو نصرت ہو کر مجھ اپنے عزیزوں کے تشریف لگئے اور مین کونٹ کارڈن ہوٹل مین ہمراہ مسٹر ڈبلیو گلیس اپنے کمنٹر رہنما کے بعد اسباب کے پہنچا اور ایک اچھا سا کمرہ بالا خانوں مین سے ہوٹل کے منجرا علی نے میرے لئے تجویز کیا جہاں سے تمام شاخ کونٹ کارڈن کا دیکھا کرتا تھا۔ اور گمرہ مذکور مین سب سامان ضروری اور آرام کا مہیا اور موجود تھا۔ مین کچھ تعریف صفائی کمروں کی اور اس کے اسباب کی نہیں کی سکتا اویسی ہوٹل کے متعلق ایک کافی روم تھا جہاں سب مسافر ہوٹل مذکور کھانا کھا یا کرتے تھے۔ یہ کمرہ ایک نہایت وسیع اور فراخ تھا جہاں ہر وقت معمولی کھانے اہل یورپ کے طیار اور موجود

رہتے تھے۔ ادجس مسافر کو جو کھانا علاوہ کھانوں موجودہ کے مطلوب ہوتا تھا وہ نہایت عجلت سے چند منٹ میں طیارہ کر کے پیش کیا جاتا تھا۔ غرض میں بعد رکنے اسباب اور پہلے لباس اور دیکھنے ہوٹل کے پھر بسواری کیب اسی کشتی رہنما کے ساتھ ۴ بجے دن کے آفس میں کمپنی متذکرہ بالا کے پونچا۔ اور ٹھیک اسی وقت مسٹر ایچ ایم کیمپسن صاحب بہادر میرے ولی نعمت اسکٹ سے بسواری ریل تشریف فرما آفس مذکور ہوئے اور کمال گرم چوٹی محبت اور لطافت کی مانند لے اور تمام حالات سفر اور وطن کے دریافت فرماتے رہے اور کمال بشاشت خاطر ان کو میرے ملنے سے حاصل ہوئی۔ پھر مجھے اسی کوئٹ گارڈن ہوٹل میں ہمراہ اپنے لیکر آئے تاکہ میرے مقام اقامت اور اسباب ضروری اور سامان راحت کو ملاحظہ فرما دیں۔ چنانچہ دیر تک میرے ساتھ میرے کمرہ میں تشریف لاکر باتیں اخلاق اور تلافی کی فرماتے رہے اور جن امور کا جانتا تھیں و معاشرت لندن کے لئے ضروری تھا وہ مجھے ارشاد فرماتے رہے۔ اور پھر مجھے ساتھ لیکر وائر لوکیشن ریلوے کو روانہ ہوئے جہاں وہ اسکٹ کو روانہ ہو گئے۔ اور مجھے فرما گئے کہ تم کل ضرور سہرولیم میور صاحب بہادر سے انڈیا آفس میں ۱۲ بجے دن کے ملنا وہ تم سے ملا جاتے ہیں۔

۲۱۔ مئی ۱۹۴۷ء روز جمعہ شنبہ۔ آج میں نے بازار لندن اور بکنگھم پلس محل شاہی اور ہائیڈ پارک اور محل شاہزادہ ویلز اور آرمی اینڈ نیوی اسٹور کی سیر ہمراہ اپنے کشتی رہنما کے کی۔ اور جیس پارک اور گرین پارک کو بھی راہ میں آئیڈ پارک کے دیکھا تھا۔ جس وقت میں محل شاہی دیکھتا تھا اس وقت در دولت پر جناب قیصر ہند کے بیٹہ کا باجا نہایت خوش نوا نعمتوں میں سج رہا تھا جیسے دیکھنے اور سننے کو ایک خلقت کا دان جو تم تھا۔ بعد سیر ان مقامات کے ۱۲ بجے دن کے انڈیا آفس میں ہمراہ اپنے کشتی رہنما گیا اور ملازمت سہرولیم میور صاحب بہادر سے جو اس وقت وزیر ہند کی کونسل کے ممبر تھے مشرف ہوا۔ بوقت ملاقات جناب ممدوح نے براہ اخلاق کریمانہ و مہربانہ میرے

حالات سفر اور خیریت عزیزان وطن کی پوچھی۔ اور کیفیت میرے کمزور اقامت ہونے کی خبر کی فریاد کی اور فوراً عنایت سے فرمایا کہ تم مسٹر فٹنر جرنل اللہ صاحب سے جنگو خدمت مہانداری تمنا خاص بلا وغیرہ سپرد ہے۔ مل لئے ہو یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اب تک ادنیٰ خدمت میں اتفاق حاضری کا نہیں ہوا۔ اسپر فرمایا کہ تم ابھی میرے ساتھ چلو اور ملاقات کرو چنانچہ مجھے اسی وقت اپنے ہمراہ اسی انڈیا آفس کے ایک دوسرے کمرہ میں لگئے اور صاحب ممدوح سے میری ملاقات کرائی۔ یہ صاحب ایک جوان آدمی خوش رو خندہ پیشانی وسیع الاخلاق تھے۔ فارسی زبان سے بھی خوب آشنا تھے مجھے کہی انگریزی میں اور کبھی فارسی میں باتیں فرماتے رہے یہ صاحب سابق گورنر بمبئی کے صاحبزادہ ہیں۔ ان صاحب نے بھی کمال لطف اور چہرہ دہی سے میرے سفر کے حالات سنے اور حال اقامت گاہ کا بمقام لندن دریافت فرمایا اور کہا کہ جس امر کی آپ کو کیس طرح تکلیف ہو مجھے مطلع کیجئے اسکا فوراً انتظام کر دیا جائیگا۔ پھر مجھے ان صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ آج دربار پارلیمنٹ میں جانا چاہتے ہیں تو آپ ۴ بجے دن کے پھر میرے پاس آئیے میں آپ کے لئے ٹکٹ دربار موصوف کا حاصل کر رکھوں گا۔ چنانچہ میں اس کے بعد پھر کمرہ میں جناب سر ولیم میور صاحب بہادر کے بموجب ارشاد جناب ممدوح کے گیا اور کیفیت ملاقات مسٹر فٹنر جرنل اللہ صاحب بہادر بیان کی جس پر صاحب ممدوح نے فرمایا کہ آپ ضرور دربار پارلیمنٹ کی سیر کیجئے اور ۴ بجے مسٹر فٹنر جرنل اللہ صاحب کے پاس جائیے اور اب آپ میرے ہمراہ میرے کمرے چلیے اور ریڈی صاحبہ سے بھی ہماری بیٹے وہ تمکو دیکر بہت خوش ہوگی۔ چنانچہ جناب ممدوح اپنی لکڑی اور باران کوٹ اور بیگ ادٹھا کر ادینجھے ساتھ لیکر مع میرے کشتہ رہنما کے روانہ دولت خانہ ہوئے اور کچھ دور پاوہ پا جا کر ایک ریل کے اسٹیشن پر پہنچے جو زیر زمین چلتی تھی اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر سوئٹھ کننگٹن میں پہنچے اور وہاں سے تھوڑی دور پہنچا وہاں

چلکر ہم دو دفعہ نہ جناب ممدوح پہنچنے مکان جناب ممدوح کا لب شرک محلہ ویدربائی گاؤں مین نمباک پر تھا۔
 جو جنوب و مغرب مین محلہ مذکورہ بالا کے لب شرک واقع ہے جب مین اندر مکان کے گیا تو جناب
 لیڈی سرولیم میور صاحب بہادر اور انکی صاحبزادیان ایسی گرمجوشی اور اخلاق اور محبت سے
 پیش آئیں کہ جیسے کوئی اپنے عزیز سے ملتا ہے۔ غرض جناب لیڈی صاحبہ موصوفہ نے بہت کچھ
 ملاقات عنایت دلی سے مجھنا چیز مہمان کی فرمائی اور سب حالات میرے سفر اور وطن کے معلوم کیے
 چونکہ نفن کا وقت بھی آگیا تھا اسلئے جناب سرولیم میور صاحب کے ساتھ مین نفن کھا کر رخصت
 ہوا کیونکہ چار بجے مجھے دیار پارلیمنٹ مین جانا ضرور تھا۔ مگر چلتے وقت جناب ممدوح نے فرمایا کہ
 کل چارے ہاں ایوننگ پارٹی ہوگی آپ ضرور آدین بھول نہ جائیں۔ غرض مین وہاں سے
 رخصت ہو کر بیسٹیل ریل اپنے ہوٹل مین آیا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ جناب مسٹر و ہش صاحب
 بہادر مدعا اپنے بھائی صاحب کے یہاں تشریف لائے تھے اور مجھے تلاش کر کے چلے گئے۔ پھر مین
 لباس بدل کر انڈیا آفس مین جناب مسٹر فزجرالد صاحب کے پاس گیا اور اونسے ٹکٹ و افلہ جلسہ
 پارلیمنٹ کا لیکچر مدعا ایک افسر کے جسے صاحب موصوفہ نے میرے ساتھ کر دیا تھا پارلیمنٹ کے
 جلسہ ہوس آف کامنس مین ہونچا وہاں ایک کرسی پر مجھے افسر مذکور نے لیجا کر جلسہ مذکور مین بٹھایا
 جلسہ مین تقریریں اور مباحثے ممبران پارلیمنٹ اور بیان مسٹر گلڈ اسٹون صاحب وزیر ہند کا
 سنتا تھا۔ بعدہ مین یہاں سے شام کو اٹھ کر اپنے ہوٹل کو چلا گیا مگر راہ مین مسٹر و ہش صاحب
 بہادر کے پاس بھی ہوتا گیا جو اپنے بنوئی صاحب کے گھر فرود کش تھے وہاں مین جناب و ہش صاحب
 کے بنوئی اور انکی میم صاحبہ سے یعنی ہمشیرہ جناب مسٹر و ہش صاحب سے اور انکے دیگر
 رشتہ داروں سے ملا ان سب صاحبوں نے میری بہت کچھ ملاقات کی اور کمال اخلاق اور
 محبت سے مراسم مہمان نوازی ادا کئے۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ کل مین پھر مکان پر صاحب موصوفہ

کے آؤں اور نایٹنگل کیننگ ٹن کا ہوتا تھا دیکھیں۔ جب میں اپنے ہوٹل میں بھونچا تو دیکھا کہ ایک چٹھی جناب ایم کمپسین صاحب ہادر کی اسٹ سے میرے نام آئی ہے جس کا مضمون یہ تھا کہ آپ لگنے لگی کو سیر ہاں منع جملہ اسباب کے آئے اور کچھ دن رہ کر وڈ سر کیسل وغیرہ مقامات کی سیر کیجئے اور ۲ بجے۔ انٹ پر وائر لو اسٹیشن شہر لندن سے سوار ہو کر اسٹ میں ۳ بجے داخل ہو جائیے گا۔

۲۲۔ مئی ۱۸۸۷ء۔ جمعہ۔ آج میں ہوٹل سے بعد کھانا کھانے کے حسب وعدہ ویر وزہ جناب مسٹر و ہش صاحب ہادر کے گھر گیا اور ہاؤس آؤں ہم اور مسٹر و ہش صاحب ہادر اور اس کے بہنوئی صاحب جو نہایت ذی علم اور اخلاق تھے تماشا دیکھنے نایٹنگل کیننگ ٹن کے پھونچے جہاں ایک عالم کی اشیاء عجائب و غرائب موجود تھیں طبع کے آلات جدید حرب و ضرب دیکھنے میں آئے۔ ایک بندوق جدید قسم کی وہاں دیکھی کہ جس سے صدا فی ایک دفعہ کے بھرنے سے چند منٹ میں ہو سکتے ہیں گویا ایک بے آئین لشکر کو ایسا بندوقچی بچشم زدن پس پا کر سکتا ہے اس نایٹنگل کے قریب ایک باغ تھا جس میں ایک برج ہارے یادگار جناب پرنس ایڈلبرٹ مرحوم کے بنایا گیا تھا۔ اس باغ کے درخت مثل سرو وغیرہ اتنے اتنے بلند تھے جیسے کہ ہارے ملک میں آم اور نیب کے درخت ہوتے ہیں مگر لطف یہ تھا کہ ان سب درختوں پر جو پیش مقبرہ تھے ایک سا بان آگینہ کا پڑا ہوا تھا جس سے سیر کر نہوالے اس باغ کے تکلیف اوس بارش بے ہنگام و متواتر سے جو اکثر انگلستان میں ہوتی ہے محفوظ رہیں۔ اور اوس برج کی سطح زیرین اتنی نیچی اور گہری تھی جیسے کہ ہارے ملک کی باولی کی ہوتی ہے۔ اور اوس مقام سے سطح بالائی جو ہم سطح باغ ہوگی ایک سہلی نشست گرد اگر د اوس برج میں بنی ہوئی تھی جس پر تماشا دیکھنے والے اوس بیڈ کا جو ب سے نیچے کی سطح در پر بیج رہی تھی لطف اوتھا رہے تھے۔ ایک تو

بیٹہ کی خوشنوائی اور پھر اوسکا اوس برج میں گونجا ایک عجیب و دلکش مزادے رہا تھا کہ جس سے
 ہزار ہا آدمی جو اوسکے مٹے کے اشتیاق میں آئے تھے دم سجدہ پیشے تھے۔ غرض جو لطف کہ
 اوس بیٹہ کی آواز دن میں دن آتا تھا وہ کہیں میرے کانوں نے نہیں پایا اور جو تعجب کہ مجھے
 دیکھنے سے سائبان آگینہ کے جو باغ پر پڑا ہوا تھا کہ جس سے پانی بارش کا تو نہروں میں باغ کے
 آتا تھا اور سیر کر نیوالوں پر ایک بوند نہیں پڑتی تھی۔ وہ کہیں میرے خیال سے نہ اوتریگا مگر جتنا ہوں
 کہ اہل ہند کو بے معائنہ کے کیسے باور ہوگا۔ فیس بیان کے معائنہ کی ایک شنگ فی کس تھی۔ اور
 جو اشیاء عجائب روزگار نیا لنگا مذکور میں میری نظر سے گذرین او کی تشریح کے لئے خود اوسی
 نیا لنگا کی کتاب مطبوعہ درکار ہے جو ہر ایک سیر کر نیوالے کو مل سکتی ہے۔ پھر وہاں سے ہم سیر
 کر کے بازار میں برائے خرید اسباب ضروری ہمارے مسٹر و ہش صاحب بہادر اور اونکے بہنوئی
 کے آئے اور کچھ اسباب صاحبان موصوفے کے ذریعہ سے مول لیا۔ پھر میں ہوٹل کو اپنے گیا اور
 وہاں کچھ آرام کر کے پہرہ پنجے شام کے ایوننگ پارٹی میں جناب سر ولیم میور صاحب بہادر گھر
 شریک ہونے کے لئے گیا اور وہی مسٹر گلکس کسٹرن میرے ساتھ تھا۔ وہاں جب ٹہپنی تو جناب
 لیڈ می سر ولیم میور صاحب بہادر اور او کی صاحبزادیوں نے میری بہت مدارات اور خاطر داری
 فرمائی جناب ممدوح کی کوٹھی میں روشنی سے ایک عالم نور ہو رہا تھا کئی کمرے نہایت آراستہ
 ادبیر آستہ پائے گئے جنہیں سے ایک کمرہ میں سامان خورد نوش از قسم شربہ و شیرینی و بسکٹ
 وغیرہ و ایس کریم و میوہ جات لذیذ تازہ و خشک انواع و اقسام میزوں پر چٹا تھا۔ چنانچہ مجھے
 بھی اوس میز پر لیجا کر بٹھایا اور کمال لطف اور مہربانی سے بالائی کی برف کو مکھلایا۔ و اتمی وہ
 (ایس کریم) برف بالائی ایسی خوش ذائقہ جمی ہوئی تھی کہ بہت کم اتفاق ایسی برف کے کھانیکا
 مجھے ہندوستان میں ہوا تھا اور ایک خوبی اوس میں یہ تھی کہ جو ہمدردی ملک کے برف مذکور فو بعد

نکالنے کے قفل سے گھٹی نہ تھی۔ پھر جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے کمال اتفاقات سے مجھے
 ایک کمرہ میں لیجا کر جوشت مہانوں کے لئے تجویز کیا گیا تھا متصل کمرہ نواح کے بٹھایا اور ایک کتاب حسین
 حالات تاریخی مقامات مشہور بنارس معہ تصاویر عکسی درج تھے سیر کے لئے آگے رکھ دی اور پھر جو جہان
 جلیل القدر رؤساے شہر لندن وہاں تشریف لاتے گئے اور ان سب سے میرا تعارف جناب مدوح الصفا
 اور اونی لیڈی صاحبہ کرائی گئیں۔ غرض تھوڑی دیر میں سب کمرہ نشست کے مہانوں جلیل الشان
 اور لیڈیوں عالی منزلت سے بھر گئے اور گانا بجا نا شروع ہوا میری نشست کے کمرہ میں جناب
 مسٹر ایچ ایس ریڈ صاحب بہادر و مسٹر کسٹ صاحب بہادر حکام سابق پورٹو سر شہتہ مال مالک
 مغربی دشمالی و مسٹر ملول صاحب بہادر رزڈنٹ سابق بڑودہ و میجر میڈ صاحب بہادر رزڈنٹ
 حیدرآباد و جناب لیڈی سر جرنیل پیر صاحب بہادر و مسٹر پانچھی فکس صاحب رج سابق
 ہائی کورٹ کلکتہ و حال بہار پلیمنٹ و مسٹر گرد صاحب بہادر انسپکٹر مدارس پنجٹہ معہ دیگر صاحبان
 والا شان رونق افروز تھے گزشتہ نام اور صاحبان مدوح کے یاد نہیں رہے غرض اس کہنے سے میری
 یہ ہے کہ جو جو لیڈی صاحبات اور جو صاحبان عالی شان اس جلسہ میں رونق افروز ہوتے گئے
 وہ سب مجھ سے کہاں لطف و دلجوئی ملتے گئے چنانچہ کسٹ صاحب بہادر اور میجر میڈ صاحب
 بہادر نے مجھے اپنی عنایت و لطیفہ آمیز باتوں میں ایسا مصروف کر دیا تھا کہ مجھے بہت کم فرصت اور مارجن
 مکالمات کی ملتی تھی جناب کسٹ صاحب بہادر باوجود اس کہ سننے کے نہایت قوی اور تندہ دست مغلوں
 ہوتے تھے اور کوئی بات بے غرافت اور لطیفہ کے نفرماتے تھے اور چونکہ صاحب مدوح کو زبان فارسی
 میں بھی دخل مغفول تھا اس لئے وہ ہمیشہ اچھے اچھے اشعار فارسی مجھے سناتے تھے اور ادھر جناب
 لیڈی میور صاحبہ مجھے برف بالائی اور میوہ اور مٹھائیاں لے لیجا کر اس کمرہ میں جہان خان
 الوان نعمت بید رہنے چٹا ہوا تھا باصرہ کھلاتی تھیں کہ جنسے اونکے الطاف کریمانہ اور مدارات اہمائیوں کی

شہر یفانہ کا نقش میرے دل پر اب تک موجود ہے۔ غرض اوسی جلسہ رقص و سرود و ناؤ و نوش میں بارہ رات کے بچ گئے ہو رہمان خست ہو کر اپنے گھر چلنے لگے مین نے بھی اجازت صاحب خانہ سے طلب کی اور اپنے کشتی کے ساتھ رات کو ایک بچے اپنے ہوٹل میں پہنچا چلتے وقت جناب میجر میڈرنا نے فرمایا کہ مین بالضرورت میرے ہوٹل میں تمہارے دیکھنے کو آؤ گے۔ اور جناب سرولیم میور صاحب نے فرمایا کہ مین ایک ہفتہ میں اسکا ٹینڈ جانی والا ہوں تم مجھے ہر روز انڈیا آفس میں ملا کر دو۔

مین بیان ایک حکایت کہ ہم النفسی اور ہمدردی انسانی ایک ڈاکٹر صاحب کی جو خوبی جو ہر انسانیت سے آراستہ تھے تا مدت العمر نہ بھولو گے اور اوسکو بالضرورت ہیہ ناظرین کتاب ہذا کو دیکھا وہ یہ ہے کہ یہ ڈاکٹر صاحب بھی اوسی جلسہ مذکور میں ہمارے شریک تھے اور علم فضل میں ایل ایل ڈی کا بیورو رٹی سے خطاب پاس ہوئے تھے وہ بھی چلتے وقت میرے درجہ میں ریل گاڑی کے سوار ہوئے اور اوسی درجہ میں میرے ساتھ مسٹر گلپس میجر اکثر پہنا بھی سوار تھا راستہ میں مجھے کشتی نہ کرنے کو کہا کہ آج آپ کے ساتھ مجھے اس گھنٹے خدمت کرتے گزرے ہیں اور ابھی تک گھر نہیں گیا بال بچوں کے دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اٹنا راہ سے اتر کر دوسرے اسٹیشن سے ریل گاڑی میں سوار ہوا اپنے گھر کو چلا جاؤں کیونکہ جس جس قدر آپ کے ہوٹل کی طرف یہ ریل جاتی ہے اوسی قدر میرے گھر کی مسافت بڑھتی جاتی ہے مین نے اس کے جواب میں کہا کہ مہربانمیں مجھے تم کو اجازت دینے میں ایک منٹ کا بھی تامل نہیں ہوتا مگر مین اپنی نادان قیقت راہ سے سخت لاچار ہوں کیونکہ اجازت دوں کس لئے کہ مین جب اسٹیشن ریل پر اتر دیکھا تو وہاں مجھے اپنے ہوٹل کا راستہ نہیں معلوم اور گلیاں کو کچے لندن کے ایسے مشابہ اور ہم صورت ہیں کہ شاید تمام اقامت نامہ رات میری اسی تلاش و جستجو میں ختم ہو جائے۔ اگر کوئی مجھے راہ بتا دیا تو اسٹیشن پر گلیاں تو مین فوراً تمکو اجازت دید دیکھا اوسوقت میرے رہنا نے بھی میری حالت پر افسوس ظاہر کیا مگر

ساتھ ہی اسکے اپنے بچوں کی مفارقت کا بھی افسوس کیا اور ایسے کلمے زبان پر لایا کہ جسکا ہضمون
 بندگی بیچارگی کا تھا مگر میرے درجہ میں سوائے میرے اور رہنما کے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے
 اور کوئی نہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے سُنستے ہی حال تا سَف میرے کمشنر کا اور میری لاچارگی کا سنکر
 مذکور سے میری اقامت کا پتہ پوچھا اور مجھے فرمایا کہ آپ مسٹر گلیس کو اجازت دیدین میں آپکو کوٹ گاڈن
 ہوٹل تک بیجاؤ لگھا جو ساتھ ایسپٹن میں ہے۔ غرض میں نے اپنے کمشنر کو اجازت دیدی اور وہ خوشی
 خوشی دوسرے اسٹیشن سے اتر کر سیدھا اپنے گھر کی جانب والی ریل پر سوار ہو کر چلا گیا اور جب میں اپنے
 چیزگ کراس اسٹیشن پر اترا وہاں ڈاکٹر صاحب بھی اترے نہیں معلوم کہ وہ میرے ہوٹل سے
 بھی آگے کے اسٹیشن پر جانیا لے تھے یا پیچھے کسی اسٹیشن پر اترنے والے تھے مگر وہ مجھے اوس انداز پر
 رات میں ساتھ لیکر میرے ہوٹل تک پہنچے اور دروازہ ہوٹل پر آکر ایک پُرزہ کل کو جو بھانک پر
 ہوٹل مذکور کے لگا تھا ہلایا فوراً اوسکی جنبش کے ساتھ پورٹر (یعنی دربان ہوٹل) آیا اور مجھے اندر ہوٹل کے
 لیگیا۔ میں نے بہت کچھ شکریہ ادا کر ڈاکٹر صاحب کا ادا کیا۔ مگر وہ یہ کہے گئے کہ نیورمینٹ نیورمینٹ
 یعنی تم اسکا کچھ خیال نہ کرو۔ کاش اگر کیسٹرمین تنہا بھی دروازہ پر ہوٹل کے اپنے آجاتا تو میری آواز
 کیسٹرمین پورٹر کے کان تک نہ پہنچتی اور جب آواز اوس تک نہ جاتی تو کبھی ہوٹل کا دروازہ صبح تک
 نہ کھولتا کیونکہ اوس تاریا آؤ خبر رسان کا اصلا حال مجھے معلوم نہ تھا اور دروازہ کے سدود ہوئی تھیں
 اندر آواز کا جانا محال تھا۔

۳۳۔ مئی شنبہ ۹ یوم شنبہ۔ آج میں خوب سویا اور ۱۲ بجے دن کے ہوٹل سے بیکہ ہوا اور سیدہ
 انڈیا آفس میں جا کر خدمت میں جناب سر ولیم میور صاحب بہادر کے حاضر ہوا۔ اوسنہو نے فرمایا
 کہ تم آج تو میوزیم سوتہ کیننگ ٹن کی سیر کرو اور پھر کسی دن کرٹس پلیس کا جا کر تماشا دیکھو۔
 چنانچہ میں وہیں سے سیدہ ہمارا اپنے کمشنر کے میوزیم مذکور میں پہنچا۔ یہ عجائب خانہ (میوزیم)

بھی فی الحقیقت ایک نمونہ خدایتعالیٰ کی قدرتوں بے حد تھا۔ یعنی ہر ملک کی پورانی سے پورانی شے اور جدید سے جدید اور عمدہ چیزوں اور دستکاریوں کا مخزن تھا خواہ وہ از قسم اسلحہ ہوں یا ظروف استعمال یا تصاویر یا صنایع یا چہ یا نمونہ مکانات یا لباس حرب و دربار یا کتبائے نادر الوجود۔ غرض ہر شے نادر الوجود کا وہاں انبا جمع تھا جسکے علم تفصیلی کے لئے ایک عمر درکار اور اجمالاً اوسکے صرف نام و نشان دیکھنے کے لئے بھی کتابین ضخیم جنہیں نہرست اوسکے ناموں کی مدد مختصر حالات تیار تھی درج ہیں۔

ملاحظہ طلب ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ ملک ہندوستان کی ٹھیکہ دن سفال سے لیکر کشمیر کے شال اور کھواب بنارس اور دستکاری کرناٹک اور ملل نایاب ڈھاکہ تک سب چیزیں موجود تھیں جس سے دیکھنے والے کو ایک نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جائے کہ فلان ملک کی ابتدائی حالت یہ تھی اور اب یہ ہو گئی ہے۔ اور فلان چیز نادر و سہل پیدا یا ساخت ہو کر تھی ہے۔ چنانچہ اس اصول پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ جیسا اہل انگلستان نے چند عرصہ میں اپنی حالت سابقہ کو بدلا اور اپنے کو درجہ اعلیٰ تہذیب پر ذریعہ ترقی علوم و تجارت و صنعت و دراعت و فن جازانی و ملک داری کے پہنچایا۔ ایسی ترقی نمایاں کسی ملک میں نہیں ہوئی۔ آج سنا گیا کہ تقریب کسی تیوہار کے شہر لندن میں ۲ بجے سے دن کے بازار بند ہو گیا اور دو دن تک یہ ہی حالت رہی اسلئے میں بھی اپنے ہوٹل کو چلا لا ستم میں واقعی تیسرے پہر کو جہان کندھے سے کندھا چھلتا تھا وہاں عشرہ محرم کا سناٹا نظر آتا تھا۔

۲۳۔ مئی ۱۹۰۶ء روز یکشنبہ۔ آج ہمارا کشتہ بھی بوجہ تیوہار کے میرے پاس نہیں آیا اگرچہ یہ یوم سالگرہ جناب قیصر ہند کا تھا مگر کوئی سامان جشن و خوشی وغیرہ کا میں نے نہیں دیکھا۔ میں اپنے ہوٹل سے سیر کے لئے ۳ بجے دن کے نکل سنٹ پال کے گرجے میں پہنچا جو میرے ہوٹل سے کچھ دور نہ تھا یہ عمارت عالی بھی شہر لندن میں بالخصوص قابل دید ہے۔ واقعی گنبد اسکا بہت بلند اور

وسیع ہے اس کے صحن میں پورا ناقہ رستان ہے۔ اندر جا کر گرجے کو دیکھا تو بہت فراخ کمرے اُس کے
 میں جنہیں ہزار آدمیوں کے لئے عبادت کی جگہ ہے۔ مگر ایک آلٹر کے پاس دیکھا کہ ایک پادری صبا
 نہایت وجہ بہت خوش الحانی سے نماز پڑھا کر کچھ دعا مانگتے ہیں اور قریب ڈیڑھ سو یا دو سو آدمیوں کے
 جنہیں بیشتر معمر عورتیں اور مرد تھے اور کچھ بچے وہ دھیان لگائے اُن کے بیان کو سن رہے ہیں ورنہ
 اور صاحب جوان عمر جو تشریف لاتے ہیں وہ ادھر ادھر گھوم کر نقش و نگار و ساخت عمارت کو ملاحظہ
 کر کے اپنی سواریوں میں سوار ہو کر چلے جاتے ہیں یہ بھی تو نہیں خیال کرتے کہ پادری صاحب کیا
 فرما رہے ہیں۔ اور کیا ہماری اس سیر و تفریح سے اُن کے خیالات میں پریشانی پیدا نہو گی۔ افسوس کہ اتنا
 بڑا شہر حسین ۴۵ لاکھ آدمی کی آبادی ہوا اور ایسا بڑا گرجا اور یہ معدودے چند نمازی۔ سچ ہے کہ
 اس زمانہ میں دنیا کی سب چیزیں مثل اسباب عیش و آرام و ترقی علوم و فنون و تہذیب و اخلاق ظاہری و آلات
 حرب و ضرب کے بہت کچھ روز بہ ترقی ہے مگر کمی یا ماہمت ہے تو صحن پابندی تو اعداء ہی میں اور عقائد
 دینی میں خواہ ہمیں وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا عیسائی۔ اور عموماً ایک آزادی پھیلتی جاتی ہے
 جس کو لاف مذہبی کہنا چاہیئے۔ میں نے اس وقت فرصت کو غنیمت جانا اور چیرنگ کراس اسٹیشن کے
 پاس کی گلیوں اور کوچوں میں جو اچھے اور صاف تھے کمرے اقامت مسافروں کے تلاش کئے
 تو معلوم ہوا کہ ان کمروں کو وہ لوگ اپارٹمنٹ کہتے ہیں اور اپارٹمنٹ سے مراد یہ ہے کہ ایک مکان میں
 صاحب خانہ بھی رہتا ہے اور اُس کے گہرین اور بھی چند کمرے ہیں جو اس کی حاجت سے زیادہ ہیں
 تو وہ کمرے کرایہ کو دیدیتا ہے۔ انہیں کروٹو کو اپارٹمنٹ کہتے ہیں۔ ان کمروں کی اقامت کا ۱۰ پلٹلنگ
 کرایہ فی ہفتہ یا ۲ پلٹلنگ فی یوم دینا ہوتا ہے اور ڈیڑھ شلنگ بابت دن کے کمانے کے مالک
 خانہ کو اور دیا جاتا ہے جہیں چاء بھی شامل ہے اور شام کے کمانے کے لئے مسافر کو اپنا جلابند و بست
 کسی اور کافی روم میں کرنا ہوتا ہے جو صبح ۶ دو شلنگ سے کم نہیں ہوتا اس حساب سے گویا ۱۰ شلنگ

فی یوم ایک مسافر کو بابت خرچ غوراک اور اقامت کے دینا ہوتا ہے مگر دیگر اخراجات از قسم کرایہ سواری
 و سیر و بار چہ در حلائی و حجامت و غیرہ جدا ہیں کہ جنکو ان ۶ شلنگ یومیہ سے کچھ تعلق نہیں ہو اگر ایسے
 مصارف بالائی کا اوسط اندازہ خرچ دو شلنگ یومیہ رکھ لیا جائے تو اس حساب سے ۸ شلنگ
 فی یوم اقامت و غوراک و غیرہ میں ایک مسافر کے بمقام لندن صرف ہونگے جسکی تعداد روہون میں
 فی یوم چھ روپیہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسبوجہ سے ایک متوسط طالب علم کا خرچ لندن میں دو سو
 روپیہ سے کم تخمینہ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ طالب علم کفایت شعرا اور سمجھدار ہے اور محلہ میرزا ٹرین جا کر
 رہے تو ممکن ہے کہ اسکو کچھ اور کفایت مصارف میں ہو جائے کیونکہ جو مقام کہ ناف شہر میں ہیں
 اونکا کرایہ بھی زیادہ ہے اور جو وسط سے دور ہوتے جاتے ہیں اونکا کرایہ بھی سستا ہوتا جاتا ہے
 آج بھی تمام شہر میں شہر خوشن کا سامان چھار ہاتھا۔

۲۵۔ مئی ۱۸۷۷ء روز یکشنبہ۔ آج میں اپنے مکشہ کو ساتھ لیکر زولو جیکل گارٹون میں سیر کرنے کو
 گیا اور پرنس موزیم کو بھی آج دیکھا اور ریجنٹ پارک کی بھی سیر کی۔ اس زولو جیکل گارٹون میں
 گویا دنیا بھر کے جانور از قسم چنڈ و پرند خشکی اور تری میں کئے گئے ہیں اور اس خوبی سے وہ
 مکانات مناسب میں رکھے گئے ہیں کہ گویا وہ جانور تھیک اپنے اپنی اصلی مسکنوں میں رہتے ہیں یعنی
 جو مچھلی کہ آب شور میں اور خاص قسم کی نباتات سمندر کی کھا کر رہتی ہے اسے وہی پانی اور
 وہی غذا دی جاتی ہے اور جو مچھلی کہ آب شیرین میں رہتی اور خاص قسم کے پتھروں میں اپنا گھر کرتی
 ہے اور خاص غذا کھاتی ہے اسکے لئے وہی غذا اور ویسا ہی مسکن اور پانی بہم پہنچایا گیا ہے۔
 اور یہی حال دیگر چنڈ پرند کا ہے چنانچہ بندرون کی قسم کے جانور ایک عمدہ والان وسیع میں جس
 کئے گئے ہیں اور اس میں درخت لگائے گئے ہیں جن پر وہ کھیلنے اور بیٹھنے اور آرام کرتے ہیں۔ اور وہیں
 اپنی اپنی غذا پاتے ہیں۔ ان عجائب جانوروں کے حالات سب ایک کتاب میں درج ہیں اسی سے

مفصل بیان کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔ ورنہ بند راستے اقسام کے دمدار اور بے دم میں نے وہاں کیے کہ جنکی تفصیل میں خود کی طرح یا دہی نہیں رکھ سکتا۔ دو کوہان کے اونٹ اور ہاتھی بھی بیان تھے مگر بہت ضعیف و لاغر آبی جانور وہ یہاں دیکھے کہ کبھی سمند میں بھی اونکی صورت نہیں دیکھی تھی۔ چنانچہ ایک جانور آبی سینے وان ایسا دیکھا کہ جو ایک ہاتھی یا گینڈے سے بھی بہت بڑا تھا۔ صورت اوکی نہایت ڈراؤنی و خوفناک تھی منہ گینڈے کا سا تھا اور جلد بھی مثل اوکے تھی مگر ٹکٹاں اوکی جلد پر چار چار انگشت چوڑے گز گو بھر کے لمبے پڑے ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اوکی جلد بوجہ حرارت کے پھٹ گئی تھی۔ چار پاؤں اوکے مثل ہاتھی کے تھے اور خشکی میں بھی وہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک چوتڑہ پر وہ پڑا ہوا تھا اور منہ اپنا کھولے ہوئے تھا کہ حسین ایک آدمی بے تکلف ٹھہرا سکتا تھا اور اوکے منہ میں لڑکے اور مرد اور عورت بکٹ میوہ اور قسم قسم کے کھانے پھینکتے تھے اور جب دو ڈبائی سیر جنس اوس میں جمع ہو جاتی تھی جب وہ ایک دفعہ منہ بند کر ایک ہی دفعہ اوکو بطور رقمہ نگل جاتا تھا۔ اور پھر منہ بھاڑ سا اپنا کھول دیتا تھا۔ غرض میں اوس پارک اور باغ کا تماشا دیکھ کر ہوٹل میں اپنے آیا اور وہاں سے مسٹر ایچ ایس ریڈ صاحب بہادر کی ملاقات کے لئے محلہ سوئٹہ کیننگ ٹن کرا مول روڈ نمبری ۲۰ کو روانہ ہوا اور اونکی خدمت میں جا کر نیاز حاصل کیا۔ جناب ممدوح کمال محبت قدیمانہ و مریبانہ و اخلاق دلی سے پیش آئے تمام حالات ہندوستان اور اپنے پورا نے رفقا کے دریافت فرماتے رہے اور کہا کہ تم بعد واپسی اسٹ کے میرے ساتھ کسی بھی ایئر میں چلنا اور میں ہی تمکو ایک میڈمی کی بھی سیر کراؤنگا۔ اور پھر اونسے رخصت ہو کر جناب مسٹر میگناش صاحب سکریٹری بورڈ ممالک مغربی سے ملا جو سوئٹہ کیننگ ٹن میں مارلوز ٹرک نمبر ۱۴ میں رہتے تھے۔ یہ صاحب بھی اور اونکی میم صاحبہ جو صاحبزادی جناب مسٹر ریڈ صاحب بہادر موصوف کی بہن بہت تپاک سے ملے۔ پھر میں اپنے ہوٹل

کو واپس آیا۔ آج سینے ہوٹل کے پورٹر سے ایک حجام (بینی باربر) کو بلایا تو وہ ایک آدمی کو لیکر حاضر ہوا اس سے میں نے اہلچہلچہ بڑائی جسکی اجرت ہندوستان میں بطور معمول آدہ آنہ سے لیکر ایک آنہ تک ہوتی ہے مگر اس نے نصف کردن مجھے لیا جسکی تعداد عرصہ سے زیادہ تھی۔ میرے قیاس میں وہ مجھے غیر ملک کا آدمی جا کر دہو کہہ دیکر زیادہ اجرت لیگیا۔

۲۶۔ مئی ۱۸۵۷ء روز شنبہ۔ جب میں انڈیا آفس میں جناب سر ولیم میور صاحب بہادر حسب معمول ملازمت میں مدوح نے فرمایا کہ ہم ہفتہ آئندہ میں اسکاٹ لینڈ جا دیں گے کیونکہ ہم وہاں کی یونیورسٹی کالج کے انجیری پر پرنسپل ہو گئے ہیں مگر اسی ہفتہ میں ہم پیراڈیگنے اور اسی عرصہ میں تم اسکٹ کی جا کر سیر کرو پھر وزیر ہند سے ملاقات تمہاری کروینگے۔ غرض میں وہاں سے اٹھ کر سیدھا ہوٹل کو اپنے آیا اور یہاں سے تمام اسباب اپنا لیکر اور ضروری چیزیں بازار سے خرید کر ۲ بجے ہنٹ پر روانہ اسکٹ ہوا اور درجہ دوم کی گاڑی کا ٹکٹ ۵ ۱/۲ ٹلنگ کو لیکر روانہ منزل مقصود ہوا۔

اور سارے تین م بجے وہاں جا داخل ہوا۔ دیکھا کہ اسٹیشن پر اسکٹ کے میرے آقاے قدیم مہربان جناب ایگم کمپس صاحب بہادر اپنی گاڑی لئے میرے آنے کے منتظر ہیں۔ ریل سے اترتے ہی کمال محبت سے مصافحہ فرما کر مجھے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا اپنی کوٹھی کو روانہ ہو گئے جسکا فاصلہ اسٹیشن سے تقریباً ایک میل سے کم تھا۔ اور اپنے گھر لیجا کر مجھے وہ کمرہ خاص امیت کے لئے عنایت فرمایا کہ حسین جناب مدوح کے صاحبزادہ مسٹر بی ایگم کمپس صاحب رہتے تھے وہ اس زمانہ میں بہ تقریب امتحان افسران فوجی لندن گئے ہوئے تھے۔ تا زمانہ میری اقامت کے بمقام اسکٹ جناب آقاے مدوح نے اور اوکلی لیڈی صاحبہ دیشان نے وہ مراسم مہمان نوازی اور خاطر داری کے ادا فرمائے کہ میری زبان نہیں ہے کہ میں اسکا شکریہ ادا کر سکوں۔ حقیقتاً مجھ وہیں جا کر معلوم ہوا کہ مہمانداری اور راحت رسانی مہمان اسکا نام ہے یعنی جو چیز کہ میرے لئے راحت و

اکرام کی از قسم خوردنی و نوشیدنی و پوشیدنی و ضرورت اسباب غسل و وضو و آتشخانہ و استسرت
 در خلوت و جلوت و سیر کتب و اخبار و تفریح طبع و رکارت تھے سب انتظام اوسکا نہایت نفاست سے
 کر دیا اور نئے نئے اقسام اقسام کے وہ کھانے کھلوانے کے جکا ذائقہ انک زبان سے نہیں گیا ہے
 اور خصوص ذائقہ اوس گھر کی گائے کے دودھ کا جو مجھے روزانہ ملتا تھا اور اوس رائیس پوڈنگ کا
 جو میرے لئے روزانہ طیار ہوتی تھی بولنا مشکل ہے کیونکہ میں نے نہ ایسا دودھ گاڑھا اور نہ نیت اور
 بویاس کا ہندوستان میں پایا اور نہ ایسے رائیس پوڈنگ کھائی۔ اور وہ اچار نفیس مجھے کھلائے گئے
 کہ جتنے نام سے منہ میں پانی بہاتا ہے اور پھر بعد تفریح و سیر قصبات و مناظر کے رات کو اسے بچے تک
 وہ باتیں دلاؤ نیز علمی اور تفریح اور اخلاق وغیرہ کی ہوا کرتی تھیں کہ جسے دماغ میں ایک روشنی اور
 روح کو ایک مسرت حاصل ہوتی تھی اگرچہ ۲۶۔ مئی ۱۸۸۷ء سے ۳۰۔ مئی ۱۸۸۷ء تک اسک میں رہا
 مگر اوس جگہ سے جناب آقا نے نامدار نے وہ مقامات نامی و مشہور اور نیز از قسم دیہ قصبات و شہر بسین گھوڑا گاڑی
 دکھائے کہ جبکا جانتا ایک اجنبی پر دیسی آدمی کو برے حصول معلومات ضرور تھا۔ پہلے دن مجھے
 شام کو خاص قصبہ اسک کی سیر کرائی۔ پھر تو ہر روز رات کو دوسرے دن کی سیر کا ایک نیا پروگرام
 بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ ۲۷۔ مئی ۱۸۸۷ء بروز چہار شنبہ بعد ۱۰ بجے دن کے کھانا کھا کر مجھے
 سیر دیہات و قصبات گردنواح اسک کے جو چار چار میل دور تھے بسواری گھوڑا گاڑی کرائی جنہیں سے
 ایک قصبہ کا نام بریک نیل تھا موسم بہت خوش آئینہ تھا ابر بھی تھا اسلئے بہت دور جانا مناسب
 نہ سمجھا گیا۔ ان دیہات اور قصبات کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان سے ہمارے ہندوستان کے
 دیہات اور قصبات کو جو میلے اور بد قطع چھپر وں اور ناموزوں کچے مکانات اور خراب راہوں سے
 آباد ہیں کچھ مناسبت نہیں ہے۔ یہاں کی رعایا کے گھر نہایت پاکیزہ و قطع اوچلے قاعدہ انجمنی سے
 ٹھیک ہر موسم کے مناسب سمتوں سے درست چوٹی یا بختہ بنے ہیں اور ادنی سے ادنی کے گھر تین

بھی ایک چھوٹا سا خانہ بانع ضرور ہے۔ سکرکین بیان دیات کی سکی کشادہ نہایت صاف پاکیزہ پانی
 لگیں۔ آبپاشی کے لئے نہروں کثرت سے دیکھیں مثیتر ایسی کہ جنہیں کشتیان بھی مال کی چلتی ہیں۔
 اگرچہ رعایا کے گردن کے لئے زمین زیادہ مثل ہندوستان کے نہیں ہے مگر جسپر بھی جتنا گھر ہے وہ سب
 پیرد و لوق صاف ہوا دار اور پاکیزہ ہے۔ بخلاف کسانان اہل ہند کے کہ جتنا بڑا گھر ہے وہ اتنا ہی پرلن
 اور میلاد اور بے مرمت پڑا ہے۔ یہاں کے قصبات میں بالعموم سرک و صفائی وغیرہ کا انتظام متعلق
 ارباب کمیٹی قصبات مذکور ہوتا ہے گراما شاء اللہ ممبر اسکے کیسے ذی علم ذی فہم عالی دماغ صفائی پسند
 خوش مزاج منسا نہ ہمارے ملک کے سے ممبران کمیٹی جنہیں سے جس ممبر میونسپل کو دیکھے وہ خود رہے
 خود غرض جنگ جو خود پسند بے علم ناتجربہ کار مگر سپر برائے خود بھلول ٹانا۔ اب فرمایئے کہ سپر صفائی
 اور خوبی ہندوستان کے قصبات اور شہروں میں کمانے آئے اور کیسے پیدا ہو۔ یہاں کے قصصہ
 بلکہ بڑے گاؤں میں بھی ایک نہ ایک کلپ گہری کتب و اخبار کے لئے موجود اور ایک نہ ایک
 چھوٹا سا ہوٹل محلہ کافی روم مسافروں کے کھانے پینے اور آرام کے لئے حاضر اور ایک گرجا اور دو کھ
 اسکول عبادت اور تعلیم کے واسطے مہیا۔ گاڑیاں گھوڑے کی سواری کے واسطے مہیا۔ ایسے ہی
 ایک دو نظریہ و تفریح باشندوں کے لئے عوام کے بنائے نظر پڑینگے۔ سب سکرکین صاف پل خوبصورت
 چوراہہ پاکیزہ تالاب پانی کے پاک صاف نہانے دھونے کے لئے۔ ایک دو پول یعنی نشان دوکان
 حجاموں کی بھی دیکھیں میں آئین گے سچ یہ ہے کہ جو اسباب آرام کے انگلستان کے دیات اور قصبات
 میں آسانی میں آسکتے ہیں وہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں نہیں ہیں۔ کمیٹیوں میں
 اہل گھڑوان سے چلائے جاتے ہیں یا انجن سے۔ بوجہ قدر زمین کے کوئی ٹکڑا زمین کا افتادہ
 اور کما نظر نہیں آتا حتیٰ کہ میڈین کمیٹیوں کی لکڑی کے تختوں سے بنائی گئی ہیں۔ یا تاروں سے لوہے
 کی قایم لگئی ہیں نہ مثل ہندوستان کے اتنی چوڑی اور کچی اور بے ڈول کہ جسے ہزار ہا بیگزین بیکہ رہ گئی ہے

۲۸۔ مئی ۱۸۸۵ء روز پنجشنبہ۔ آج میں واسطے دیکھنے و ندسہ کسکس کے ہمراہ جناب اپنے میزبان کرم کے
 گیا جسکی مسافت اسکٹ سے جو میرا قیام گاہ تھا، میں سے زیادہ نوگی۔ اگرچہ زمین کی اس ملک
 انگلستان میں بہت قدر قیمت بوجہ کثرت آبادی کے ہے مگر بارک جناب عالیہ قیصر ہند ملکہ انگلستان کا
 ۵۵ ہیل مربع زمین میں واقع ہے۔ جس میں نہایت طح طح کے خوش فضا منظر جمیلین شکا گاہیں تسیر و ناز
 سڑکین مکانات کشین درخت نصیب اور قایم کئے گئے ہیں اور سارے چار سو برس کی عمر کے درخت بھی
 اب تک اوس میں پائے جاتے ہیں آبادی قصبہ و ندسہ برائے خود بہت گنجان و خوشنما ہے۔ اسی قصبہ
 میں مشہور قدیم ایٹن کالج ہے جہاں شرفا کے لڑکے تعلیم پائی کرتے ہیں یہ جون اسکول ۱۷۷۷ء میں قایم ہوا
 اور نو سو طلباء کے قریب اب بھی اوس میں بسے جاتے ہیں۔ اور شہرت اس و ندسہ کی صرف بوجہ قایم ہونے
 محل ہائے اقامت شاہی کے ہے جسکی خوبصورتی اور حسن ساخت اور شان متعلق دیہ ہے۔ دس کمرے
 اس محل شاہی کے ایسے ہیں کہ جس میں ہر سیاح کو اجازت دیکھنے کی مل سکتی ہے اور ایک افسر ایسے
 سیاحوں شتاق زیارت کو اوس میں بھیجا کرتا تمام قصا ویرا و نقشجات ملک اور کتب کو اپنے ساتھ دکھا دیتا ہے
 اور انکے حالات تاریخی بھی بیان کر دیتا ہے چنانچہ اوکی ہمنے بھی سیر کی۔ کتابیں نہایت خوبصورت
 جلدوں میں وہ دیکھیں کہ جسکے اوصاف لکھنے کو خود ایک دفتر درکار ہے۔ تصویریں ماشاء اللہ ان
 کمرہ میں جلد سلاطین و عزیزان سلاطین ماضیہ انگلستان اور بہادران اور منتظمان و خیر خواہان ملک
 و مقتان و مستوران و شاعران و مورخان و ماہران فن موسیقی و مدبران و نصیبان و علما و فضلا و عباد
 و زہاد و اطباء و پیشوایان دین ایسی ایسی نادر نظر سے گزیریں کہ انکے دیکھنے سے بھوک بھاگتی ہر
 اور آنکھوں کو سیر نہیں ہوتی اور ایک حکمت و عبرت اون سے حاصل ہوتی ہے۔ اور سوائے ان
 قصا ویرا اہل ملک کے اور اور تصویریں بڑے بڑے معرکوں اور درباروں کی اور ان لوگوں کی کہ جنگو بڑے بڑے
 خطاب شاہی اعلیٰ درجہ کے ملے ہیں وہ سب جدا جدا موقعوں میں چھپت کے اندر لگ رہی ہیں۔

اور جو نامی سلاطین فی زمانہ موجود ہیں یا انکی صورتیں صفحہ روزگار سے مٹ گئی ہیں ان کی
 شہسپیں بہ لباس فاخرہ اوس کا شانہ شاہی ہیں معہ انکے مختصر حالات کے موجب زیبا برش
 در دیوار ہو رہی ہیں گویا محل شاہی جناب قیصر ہند کا ایک جام جہان نما ہے کہ جس میں تماشا حالات
 زمانہ سلف اور حال کا ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے جناب مدوحہ کے محل مبارک کو اگر دارالعلوم
 کے توجہ جاتیں ہے اور خلاف اسکے ہمارے ہندوستانی رئیسوں کی دولت سرادھ میں نقرئی اور
 طلائی نقش و نگار یا تصاویر غش آمیز منجرب خیالات فرضی اور ذہنی بہت نظر آویں گے کہ جنکے کمپیو سے
 منڈب با حیا آدمی شرمہا جائے۔ مگر اس محل شاہی و ندر میں ایسے و اہیات کا تو کیا ذکر ہے کارنس
 تک بھی بیان کی خالی حکمت سے نہیں ہے یعنی ظاہر تو وہ صورت کارنس کی معلوم ہوتی ہے مگر
 دراصل وہ ایک نقشہ کسی ولایت کا نہ کیا ہوا لگا ہے کہ ایک اشارہ کرنے سے اوسکی سب سے کھجانی ہے
 اور زمین تک اڑ پھیل جاتا ہے اور اس کا شانہ شاہی ہیں ان مقامات کے بھی حالات تاہی مرقوم
 ہیں کہ جہاں کسی زمانہ میں اخبار فوج لشکر دولت انگریزی کے شاہان انگلستان کو پہنچتے تھے اور
 وہ اسوقت ہر مقام پر جلوہ افروز تھے۔ جو صاحب کفصل حالات محل شاہی و ندر کے دیکھنا چاہتے ہوں
 وہ کتاب انگریزی حالات و ندر کو جو ابھی طبع ہوئی ہے ملاحظہ فرماویں۔ مگر مجھے اسکا بھی ذکر بیان
 سیر و ندر کے کرا ضرور ہے کہ جب میں فنٹن پر ہمراہ جناب ایکم کمپس صاحب بہادر کے اسٹ سے
 بیان آیا تھا تو چاری گاڑی کے ساتھ کوئی سائیس نہیں آیا تھا مگر وہاں سے حسن انتظام و خوبی
 معاشرت ملک ہمارے پہنچتے ہی دروازہ قلعہ و ندر کے ایک مہبل سے جو کسی کمپنی کا بلنرک
 بنایا ہوا تھا ایک سائیس آمو جو ہوا اور اوس نے فوراً گھوڑے کو گاڑی کے پکڑ لیا اور گاڑی کو
 موعہ گھوڑے کے اوس مہبل میں لگایا اور وہاں گھوڑے کی وہ خدمت کی کہ ہمارے چار سائیس
 ہندوستان کے نکرتے اور دانہ گھاس اوسکو کھلایا اور پھر گاڑی کو صاف کیا اور عین ہر جمعہ کے

وقت گاڑی کو طیارہ کر کے اسی موقع پر سڑک کے لے آیا اور جو اجرت واجب اور مناسب اس کی تھی وہ بے قیل و قال ادب سے بعد اسے شکریہ لیگیا۔ یہ وہ سامان آرام و آسائش تھا کہ مینے کسی شہر میں ہندوستان کے نہیں دیکھا۔ حقیقت میں یہ نیک نتیجہ تہذیب ملک اور تعلیم اور معاشرت اور تمدن کا ہے۔

۲۹- مئی ۱۹۴۷ء روز جمعہ۔ آج میں ہمراہ اپنے میزبان معظم کے ریڈنگ شہر کے دیکھنے کو گیا یہ آبادی اسٹ سے بغاصلہ ۳۰ میل کے ہے اور ریل برابر ومان جاتی ہے میان کارخانہ ہنٹلی اینڈ پامر بسکٹ سازی کا ہے اور اسی کے نام سے بسکٹ اور اقسام اقسام کی مٹھائیاں بنائی جاتی ہیں اور تمام انگلستان میں یہ کارخانہ درجہ اول کا گنا جاتا ہے اور جناب قیصر ہند کا یہ مشہور مٹھائی بنانے والا ہے۔ بیشتر کام اس کارخانہ میں انجن کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ کارخانہ ایسا عظیم الشان ہے کہ جسکے مال لانے اور بیجانے کے لئے ایک ریل اس کے دروازہ تک جاری ہے۔ ہر ایک آدمی ملک غیر کا مجاز نہیں ہے کہ کارخانہ مذکور میں تماشا دیکھنے کو چلا جائے تا وقتیکہ اس کے لئے اجازت خاص دہائے ہتم سے چل ہو۔ اور ایک رجسٹر بھی اس کارخانہ میں رہتا ہے کہ جنہاں دیکھنے والے کا تحریر کیا جاتا ہے۔ کارخانہ مذکور میں دیکھا گیا کہ ہزار ہا زن و مرد لڑکے اور لڑکیاں مصروف کار ہیں کوئی میدہ انجن کی مدد سے گوند ہٹا ہے کوئی بسکٹ بناتا ہے کوئی اونکو تنور میں پکانے کے لئے دوڑاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مین کے کبسون میں بسکٹ بند کر کے ٹکٹ لگا رہے ہیں کچھ لوہار مین کے کس بنارہے ہیں۔ بڑھئی ان کبسون کو صندوق ہاے چوبی میں بند کر رہے ہیں۔ اور جب صندوق ہمہ وجہ طیارہ ہو گئے فوراً وہ ریل مین رکے جاتے ہیں اور ملکوں کو روانہ کئے جاتے ہیں۔ غرض جو عجلت اور صفائی ایسے کارخانہ بسکٹ سازی میں جہاں کمبھوں کا جہم ہونا لازم ہے دیکھی گئی وہ متعلق دیدہ سے نہ شنیدہ۔ بازار میان کاشل ایک چھوٹے بازار لندن کے تھا۔ غرض ہم بعد سیر کرنے

اس کارخانہ کے اور اسکے بازار کے اپنی تباہی مگاہ کو بھیل ریل روٹ آئے۔ اگرچہ ۲۶ مئی ۱۹۵۷ء
 آج تک مین برابر بعد کھانا کھانے کے دس گیارہ بجے باہر کے تصبات اور شہر ذمہ مہر کے لئے جایا کرتا تھا
 مگر دس گیارہ بجے تک اور پھر بعد آنے کے سیر تصبات وغیرہ سے ۳ بجے سے شام تک بلکہ گیارہ بجے
 رات تک ہمراہ اپنے جناب میزبان کو کم کے طرح طرح کی ہدایات زبانی سناتا تھا اور جو عمل جناب
 ممدوح اور انکی لیڈی صاحبہ درباب تادیب و پرورش ۸-۷ اطفال و خردسال اہل انگلستان
 کے فرمایا کرتی تھیں انکو خوب غور سے لحاظ کیا کرتا تھا۔ یہ لڑکے اور لڑکیاں بڑے افسردہ اور
 غایبان صاحب لوگوں کی تھیں جنہیں سے کسی کے والد یا کوڑ مہی کے چچ تھے اور کسی کے
 اور اعلیٰ منصب رکھتے تھے۔ غرض اُن بچوں کے والدین نے انکو تادیب اور تعلیم کے لئے میرے
 آقاے رفعت کے گھر بھیجا تھا تاکہ وہ بچے ایسے عالی درجہ نیک مزاج وینڈر لوگوں کے گھرانے میں
 رکھ کر خوب پوچھو سیکھیں اور جو علوم اور فنون ضروری ہوں انکو تحصیل کریں اور جو ریاضتیں
 جسمانی اور حرکات و سکنات و آداب و اخلاق شریفانہ اہل تہذیب ہین وہ انکو سکھائے جاویں اور
 صحبت ناجنس سے محترز رہیں۔ چنانچہ اسی تادیب کے لئے وہ سب بچے ایک وقت میں پر بھلا
 اول وقت شام کے سولائے جاتے تھے تاکہ جو مقدار ستراحت کرنے کی حکمتاً ایک بچے کے لئے لازم
 اوس سے کم ستراحت نہ پائیں اور پھر صبح کو اچھے وقت اوسٹھائے جاتے تھے اور چاء وغیرہ
 انکو دمی جاتی تھی اور ایسے ہی غسل کرائے جاتے تھے اور پوشاک بدلی جاتی تھی اور پھر ایک
 سار جٹ آیا کرتا تھا جو میدان کوٹھی میں اُن بچوں سے ریاضت جسمانی کرایا کرتا تھا اور طریقہ
 زقاراد کو دے پھانڈنے اور نیز قفس کے اصول اور وہ درزش جس سے بازوؤں میں قوت
 آئے بتایا کرتا اور اسکا عمل اُن سے کرایا کرتا تھا اور ناموجوگی سار جٹ وہ بچے یہ ریاضت جسمانی
 بمواجہ جناب آقاے نامدار کیا کرتے تھے اور بعد فرست پانے اس ریاضت کے وہ بچے

ایک ساتھ جناب لیڈی صاحبہ کے ساتھ کھانا کھاتے اور اوس سے پہلے نماز پڑھتے اور پھر کچھ کتاب دیکھتے اور پھر لیڈی صاحبہ کے ہمراہ گاڑی میں سوار ہو کر اسکول میں اپنے جایا کرتے اور پھر ایک نیچے لفٹ اوٹو کھلائی جاتی اور پھر بعد ختم ہونے وقت اسکول ماسٹر کے گھر آتے اور کیلئے اور کھانا کھاتے اور چل قدمی کر کے جناب لیڈی صاحبہ اور آقا کے نعمت سے نصرت ہو کر اپنی اپنی خواجگاہوں میں جا کر سو رہتے۔ میں نے ان بچوں کو نہ کہی گئی بکتے نہ شور کرتے نہ آپس میں لڑتے یا فحشہ کرتے دیکھا فرمایا کہ جب تادیب بچوں کی ایسے نیک خاندان دیندار شریف مزاجوں میں ہو تو وہ لڑکے کیسے نیک مزاج رحم دل منسا رہا اور مذہب نہ اٹھینگے اور کیسے بزربان آوارہ طبیعت آتش مند ہی جھوٹے چغل جو رہزدل جھگڑا دوستی دل کمزور ہو سکتے ہیں۔ اور کیسے بیعہ رہ سکتے ہیں۔

خلاف ہمارے ملک کے بچوں کے گودہ امیر دن کے ہی بچے کیوں نہوں مگر کسی کے والدین دراصل یہ کوشش تادیب میں نہیں کرتے کہ بچے اونکے بزربان نہوں یا ضدی یا جھوٹے یا تنگ مزاج نہوں گو ادھر پر اسے نام اتالین بھی مامور ہوتے ہیں۔ مگر اوس ایک اتالین بچہ کی کیا صحبت اوپر اثر کر سکے گی جب کہ درجن کے درجن غیر مذہب لڑکے اور دیگر نوکر چاکر اونکے سامنے بیوہ دیکھیں اور حرکات ناشائستہ کریں تو کیونکر وہ بچے شرفا کے اونکی تقلید نہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے گھر کا ایک بڑا زبردست قانون دیکھا دیکھی کا ہے اور خاصہ طبیعت مسترقہ ٹھہرا۔

۳۰۔ مئی ۱۹۰۶ء روز شنبہ۔ آج میں اسٹ سے لنڈن کو بعد کھانے لفٹ کے ۲ بجے۔ ہنٹ پر روانہ ہوا اور ۴ بجے وہاں پہونچ گیا اور اسے اپنے کونٹ گارڈن ہوٹل میں آکر مقیم ہوا۔

۳۱۔ مئی ۱۹۰۶ء روز شنبہ۔ آج میں جناب مسٹر ویش صاحب بہادر اور اونکے برادر نسبتی ریوٹنڈ ڈیوی صاحب سے ملاقات کرنے اونکے گھر گیا اور روانے اونکے ساتھ ہائیڈ پارک کی سیر کو گیا۔ جہین ایک جیل مندر کے پانی کی اسفند وسیع بنائی گئی ہے کہ جہاں قہہ کسی صورت سے رقبہ بینی تال سے کم نہوگا اور ان ہی

ریورنڈ ڈیوی صاحب کے ذریعہ سے چار فلتس اور دو پٹچے روالپور اور دو مقرضین برائے
ہیڈ اجاب ہندوستان خریدیں۔

یکم جون ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ۔ آج مین اینڈ ایف انس مین بغرض قدیم سوسی جناب سر ڈیہ میو صاحب
ہمارے گیا گردان معلوم ہوا کہ جناب مددح ابھی ایڈمنسٹریٹرس سے واپس نہیں آئے۔ پھر مین خدمت
میں جناب فٹنڈ جوائنڈ صاحب منتر مارات مسافران ملک غیر کے گیا وہ کمال عنایت و محبت سے ملے
اور جب میرا قصہ سفر جانب لیورپول دینے پھر سنا تو فرمایا کہ مین دو چٹیاں آپ کے پاس آپ کے ہوٹل
بہرہ دیکھا اونکے مکتوب الیہ آپ کو اچھی طرح سیر لیورپول و مین چٹری کر ادینگے پھر مین گریڈ لی اینڈ کو
کے آفس مین گیا جہاں سے سفر متذکرہ بالا کے لئے خرچ لیا اور آفس مذکور سے پھر تہ وقت نار تھہر دک
کلب مین گیا جہاں مجھے کرنل الطاف علی لازم ریاست کپور تھہر ملک پنجاب اور مشر روڈ سنگھ ملازم باہر
دلیب سنگھ اور دو طالب علم اور سٹجین سے ایک صاحب میو کالج آباد کے طالب علم تھے جو پٹنڈت
کشمیری ساکن کٹنٹو مین اور دوسرے باشندہ میر تھہر کے تھے۔ یہ صاحب بیان بغرض تحصیل علم قانون
اور حصول سند بیر شری کے آئے ہوئے تھے۔ پھر مین دہان سے اوٹھکر ہمراہ مشر روڈ سنگھ کے
کوریم مین آیا جو قس گر جوائنڈ منٹر ابی کے ہے۔ مین نے اس گھر سے کو بھی خوب اندر سے جا کر
تمام کمال دیکھا یہ ایک نہایت اچھی اور عمدہ عظیم الشان قدیمی عمارت منجملہ عمارات مشہورہ لندن کے ہے
جس مین بڑی بڑی صورتیں خوشنما عابدون اور زاہدون اور علماء اور فضلاء دین کی جو زمانہ پلٹ
و حال مین ہو چکے ہیں اپنے اپنے موقع مین ستون نصب ہیں جن مین سے کوئی سنگ مرمر کی ہے
کوئی دھات کی ہے۔ پھر مین عمارت کوریم کی دیکھی یہ عمارت دو منزلہ ہے مین سہ منزلہ اور نہایت
خوشنما بنی ہوئی ہے کہ جسکے صحن مین باغیچہ اور گرد بڑے بڑے دالان نیچے اوپر بنے ہوئے ہیں اور جسکے
متعدہ دکر د مین عجائب اور غرائب قسم کی اور مختلف رنگون کی پھلیاں پالی گئی ہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے

کہ جس ٹھیکے کے لئے جس قسم کا پانی شور یا میٹھا درکار ہے وہ اوسی پانی میں رکھی گئی ہے اور وہی پانی
 فوآردن اور نہر دن کے ذریعہ سے تازہ اونکے لئے بہم پہنچایا جاتا ہے اور جس قسم کے پتھرون یا مٹی
 میں رہتی ہیں اوستی قسم کے پتھر اور مٹی سے اونکے گہر بنائے گئے ہیں۔ اور ایسے ہی جس قسم کی نباتات وغیرہ
 ٹھوکر اونکے لئے درکار ہے وہی اونکو دیجاتی ہے۔ گویا پھلیوں کو سوائے مفارقت اپنے اصلی دریا کے
 اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ اور اسی کو ریم کے چند کرون میں عمدہ عمدہ تصویریں دلکش بیش بہا جگہ
 اندون ہر ایک متغفن منتر لہ آرایش خانہ کے الترائار کھتا ہے دیکھی گئیں اور اسی عمارت کے نیچے کے
 درجہ میں ایک تماشا گاہ بھی تاج حسین اوس روز اطلی کے کچھ زن و مرد اور بچے تماشا تھیں کاکھانچ
 تھے میں بھی اوس جلسہ میں تماشا ٹیون کے جا بیٹھا۔ حقیقت میں جس جس ادا اور خوبی سے لڑکیاں
 اطلی کی دہان نچ رہی تھیں وہ لطف کین میں نہیں دیکھا اونکی چال ڈھال سرعت رفتار اور
 قدم رکھنے کے گتوں پر باجے کے جو اندر بج رہا تھا تماشا ٹیون کو نقش بدیوار بنا دیا تھا اور خوش الحانی
 نے رامعین کو بیہوش کر دیا تھا۔ اور ایسے ہی مرد و زن نے اطلی کے جو جو کرتب کئے تھے وہ بے دیکھے
 دوسرا آدمی اور خصوص ہندوستان کا باور نہ کرے گا اسلئے اوسکا تذکرہ ہی کرنا بے سود ہے پر بیان سے
 اونکو کمین اپنے پوئل میں آیا اور آرام سے پہنچ کر کھانا کھا کر سو رہا۔

۲۔ جون ۱۸۵۶ء روز شنبہ۔ آج میں پھر انڈیا آفس کو ایک نیچے ملاقات کے لئے جناب سر میو
 صاحب مبارکے گیا جہاں جناب مددع نے میری ملاقات اوسی انڈیا آفس کے ایک کمرہ میں جناب لارڈ
 کیمبرلی اور اونکے سکریٹری کا دلی صاحب سے کرائی یہ صاحبان عالیشان والاد و دامن نہایت اخلاق
 اور عنایت سے میرے ساتھ پیش آئے اور مجھے ناچیز کے نہایت آبر و افزائی کی۔ کیونکہ میری اور
 اونکی نسبت آفتاب اور زردہ کی تھی پھر جناب سر ولیم میور صاحب نے چاہا کہ میں ایڈنبرا کی بھی
 سیر کروں اسلئے اونھوں نے مجھے ایک چٹھی بنام کو لڈ اسٹریٹ صاحب کے جو ڈپٹی کمشنر تھے ہین اور

اب قیقم اندنبر (ہین دی) اور فرمایا کہ تم ادنسے ملکر بہت خوش ہو گے وہ تمہاری بہت خاطر داری کر گئیے اور سیر دہائی اچھی طرح کر ادینگے۔ افسوس کہ مجھے بوجہ دیگر تعلقات اور ترددات کے اسکا ٹیلنڈ جائیکا اتفاق نہوا۔ اور جو پتھی مسٹر فنر جرائد صاحب نے مجھے بھیجی تھی وہ مجھے ہوٹل مین ملی پہرین انڈیا آفس سے لوٹ کر سید با بوسن اسٹیشن پر پہنچا اور ۲ بجے دن کے ریل پر سوار ہو کر لور پول کو روانہ ہوا ریلوے کے سٹریک کے دو نوں کناروں پر سبز ریلیا کے جسے انگریزی میں منڈی کہتے ہیں خوشنما تیان با ستنتاے چند میلون کے لگی ہوئی تھین اور دو طرفہ حاشیے سٹریک مذکور کے ایسے سبز اور گلزار بنے ہوئے تھے کہ جیسے ہندوستان میں قریب اسٹیشن ریلوے کے لایق اسٹیشن با ستر سبزہ دیل بوٹے سے او سکوپر رون کر دیتے ہیں اور پھر دو نوں طرف جنگل میں ریلوے کی حدود سے باہر جب نظر جاتی تھی تو ایک سبزہ زار ہرے ہرے کیتون یا گھاس کا جو نہایت خوش قطع بنائے ہوئے تھے اور درختان موزوں سے آراستہ تھے دکھائی دیتا تھا یعنی جو لطف کہ سیر باغ سے اور ملکون میں حاصل ہوتا ہے وہ یہاں ریلوے کے سوار کو حاشیہ سٹریک اور میدانون کے دیکھنے سے میسر آ جاتا ہے۔ اور جو شہر یا قصبے ریلوے مذکور کے کنارہ چھوٹے وہ اپنی خوبصورتی اور صفائی میں شہر لندن کے بچے معلوم ہوتے تھے۔ میری مراد اس تشبیہ غاص کے دینے سے یہ ہے کہ جیسا شہر لندن خوبی عمارت باقاعده اور صفائی میں نامور ہے ایسے ہی وہ قصبے اور چھوٹے شہر اس صفائی اور حسن عمارت سے آراستہ و پیراستہ تھے حتی کہ دیہات کے کسانوں کے گھر بھی ہمارے ملک کی طرح بیہول اور بے سمت اٹکل سچو نہیں بنے تھے۔

جو چھوٹا سا مکان بھی کسی غریب کسان کا تھا تو وہ بھی دو منزلہ یا سہ منزلہ تھا اور سمتوں سے درست اور اسکے صحن میں ایک چھوٹا سا باغ بھی لگا تھا اور راستہ بھی اوس میں صاف سیدھا جسکے دو نوں طرف سبز گھاس سے پٹری مثل روش باغ کے بنی ہوئی تھی۔ بیشتر گھر کھربل سے اور

لوہے کی چھت سے پٹے نظر آئے اور خس پوش مکان شاذ و نادر ہی دکھائی دیئے۔ یہاں کے شہروں کی ترقی دولت اور آبادی انھوں کی مرد و زن کی مصروفیت اور کثرت کاریگروں اور تعداد چمنیوں انجن سے جو کارخانوں میں نصب ہوتی ہیں معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بیان کا کوئی تقصیر اور شہر مجھے ایسا نظر نہ پڑا کہ جہاں کوئی کارخانہ نہ ہو کہ جس میں ایک یا دو انجن سے کام نہ لیا جاتا ہو حتیٰ کہ بعض گاؤں بھی اس سے خالی نہیں تھے۔ مٹرکون اور راستوں کی صفائی اور نہروں میں روانگی کشتیوں سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کے تمام آدمی دل سے شایق صفائی اور محنت کے ہیں تحصیل دولت کی ذریعہ علوم و فنون جدیدہ علمی اور تجربہ کے کرتے ہیں اور امور متذکرہ بالا سے فائدہ اٹھانیکا طریقہ ان کو معلوم ہو گیا ہے۔ افسوس بر حال باداران اہل ہند کہ جہاں علم صرف براے حصول ملازمت سرکاری پڑھتے ہیں اور اختراعات کرنے کی علمی طبعی کی ان کو کمان اور کسوف صفت وہ ان کے اصول کو صرف واسطے پاس کرنے امتحان کے نوک زبان کر لیتے ہیں ہمدردی قومی یا وطن کی بہبودی کی بوجہ اس تک ان کے دماغ میں نہیں گئی۔ حصول ریشہ نمیری کی جگہ فکر معاش ذریعہ ملازمت سرکار ذہن نشین ہو رہی ہے۔ صفائی کا خیال بوجہ رہنے کے ابتدائے عمر سے نیلے مقامات اور کرثیف جگہوں میں جسکے عادی وہ ہو گئے آتا ہی نہیں۔ پھر اگر رائے کسی امر مفید عام میں پوچھی جائے تو بوجہ بے ہمتی اور بزدلی کے اپنی اغراض نفسانی و ذاتی کو پیش نہاد کر کے وہ دینگے کہ جس سے فائدہ امر بحث طلب کو نہ ہو بچے بلکہ اوس سے صرف تردید رائے اپنے فریق مخالفت کی ہو جائے یا تائید رائے اپنے کسی دوست کی ہو۔ جن نے اکثر کھیتوں میں غلہ کے گایوں بیلوں اور سوروں کو کثرت سے اور کبھی کبھی بھیڑوں کو چرتے دیکھا جس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ کسان ان کمیتوں کی پیداواری خام کو بمنزلہ خرید کے ان جانوروں کو کھلا دیتے ہیں اور اوس چرائی سے جب یہ جانور طیار ہو جاتے ہیں تو ان کی کھال اور گوشت سے زیادہ نفعت پر نسبت غلہ کے اٹھاتے ہیں۔

گائے بیل بیان کے اکثر سفید اور سرخ یا زرد سی مائل داندھار دیکھے گئے اور جنگلی جانوروں میں سے
 سوا سے خرگوش کے کوئی لفظ نہ پڑا معلوم ہوا کہ درندوں کو اور ہرنوں وغیرہ کو لوگوں نے شکار کر ڈالا۔
 راستہ میں لیورپول کے مجھے دو بڑے شہر ملے تھے ایک کا نام کیمبی تھا اور دوسرے کا نام کرو۔
 اور دو قصبے اور بھی مجھے متصل لیورپول کے دکھائی دیئے تھے۔ الغرض ۷ بجے شام کے میں لیورپول
 پہنچا اور لیورپول نارتمہ ویسٹ ہوٹل میں ۷ بجے دن کے جا کر مقیم ہوا اور ۱۲ بجے وہاں ٹھیک
 وقت پر نماز عصر ادا کی اور ۹ بجے شب کو نماز مغرب پڑھی اور رات کے دس بجے روشنی شفق مغرب
 کی بند ہوئی تھی اور دو بجے صبح کے سفید صبح نمایاں ہو گیا تھا حالانکہ ابھی زمانہ پورے سور سے چھوٹی سے
 چھوٹی ہونے رات کا جو ۱۱- جون کو ہوتا ہے نہیں آیا تھا۔ ہمارے ہوٹل کے سامنے بادشاہ جیمس کے
 وقت کی ایک عمارت عالی یادگار بنی ہوئی تھی اور ایسے ہی اسکے قریب تیسویں کی ایک عایشان عمارت
 وسیع پرغنائی ہوئی تھی۔

۳۔ جون ۱۸۵۴ء روز چار شنبہ ۶ بجے میں ہوٹل سے اٹھ کر پادہ بازار کی سیر کر گیا۔
 بازار بیان کے نہایت وسیع و دوکانین نہایت عمدہ مثل لندن و مالٹا کے نظر پڑیں اور دوکانوں میں
 شیشہ کے کوڑا کٹر لگے تھے جتنے تمام اسباب دوکان کا باوجود بند ہونے کے سیر کرنے والوں کو نظر
 آتا تھا۔ معلوم ہوا کہ قریب دس بجے کے بازار کھلتا ہے۔ اسلئے بازار میں مجھے بت کم آدمی ملے۔
 مگر ہزار ہا مزدوروں کو دیکھا کہ وہ اپنا اپنا کھانا لئے رومالوں میں اپنے اپنے کارخانوں کو بھاگے جاٹے
 ہیں۔ دس بجے دن کے میں آفس میں مسٹر ایچ ایچ ہارن بائی صاحب کے گیا اور ان سے ملاقات
 کی اور چھٹی مسٹر کیمپسن صاحب بہادر کی ادا کو دی۔ یہ صاحب کمال اخلاق سے پیش آئے اور
 انھوں نے میری ملاقات مسٹر کوک صاحب سے کرائی جو کسی وقت انکسٹر شہر تھہرے قنصل
 پنجاب اور سبئی تھے اب یہ کوک صاحب معاملات سوداگری میں آرتھمہ کا کام کرتے ہیں پھر

اونھوں نے مجھے اور ایک تاجر عایشان لیورپول سے ملایا جو ہندوستان سے ریشم رونی وغلہ وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں۔ مسٹر ہارن بائی صاحب مجھے پہرہوس آف ایکس چینج میں لیکے جو ایک نہایت ہی عایشان نامی عمارت اس شہر میں تجارت کی ہے۔ پھر جناب مدوح نے ایک رہنما میرے ہزارہ کر دیا جس نے تمام دیگر کارخانے اس شہر لیورپول اور شہر برکسل ہیڈ کے دکھائے۔ یہ شہر موخر لاکر دریا سے مہرے کے پار ہے جس کے درمیان ایک چھوٹا سا دودکش موجود رہتا ہے جو پانچ منٹ میں ادھر سے اور ہر مسافر دن کو پہنچا دیتا ہے اور غالباً ہر پاؤ گھنٹہ میں ایک کیپ آرمیون کی ادھر سے اور ہر لیجاتا ہے اور اس اسٹیمر کے سوا اور بھی بہت سی کشتیاں خوبصورت اسی کام کے لکڑی اور موہتی ہیں گھاٹ اس دریا کے نہایت خوبصورت وسیع سینے ہوئے دیکھے مگر جب بھی آرمیون کا بوجھ کثرت خواہش عبور میان ہجوم ہو جاتا ہے۔ آبادی لیورپول کی بقدر ۵۳۹۸۸۰ پانچ لاکھ ترین ہزار نو سو اٹھاسی کے ہے۔ مین نے پہلے اس لیورپول کے اوس بندرگاہ کی سیر کی جہاں مال کلوں کے ذریعہ سے اوتارا جاتا ہے اور گوداموں میں لایا جاتا ہے یا گوداموں سے جہاز دن پر لادا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر دیکھا کہ ایک ہفت منزلہ مکان کے گودام میں گہوین بذریعہ ایک آہنی نہر کے جہاز سے چلے آتے ہیں وہ گہوین شل پانی کے موج مارتے بے تکلف انبار خانہ کو جلد جلد از خود نئے چلے جاتے تھے ایک دانہ بھی اُن گہوین کا نہر کے باہر نہیں گرتا تھا اور ایک مقام پر ٹرل سے جاتے تھے پھر مینے اوس مقام کو دیکھا جہاں جہاز مرت ہو کرتے ہیں۔ چنانچہ آرم اسٹر انک کمپنی کے گودی کو دیکھا جس میں ایک نہایت ہی بڑا پپ پانی کے ٹھکانے کا لگتا ہے جس کے برابر اور کسی گودی میں مجھے نظر نہ آیا اور اس گودی کی بنیاد تبرکاً جناب سر ولیم میور صاحب کے ہاتھ سے رکھی گئی تھی۔ میان میں دیکھا کہ بڑی بڑی مضبوط گاڑیاں جن میں دو دو گھوڑے سبزہ گلدار نہایت خوبصورت قد آور دربر دست جو کسی صورت سے پندرہ پندرہ سو روپیہ سے

کم نہیں بلکہ جتنے ہین اور بھاری بھاری اسباب مثل لٹھون کے کارخانوں اور مال گوداموں کو لئے جلتے ہین اور وہاں سے لئے آتے ہین۔ یہ گھوڑے اتنے چوڑے پھلتے تھے کہ جنہر سوار کا آسن جہنا دشوار ہے بلکہ متوسط آدمی کی رانوں میں بھی اڈکا آنا غیر ممکن ہے۔ ایال اور گردن انکی ایسے بڑے اور خوبصورت تھی کہ مین نے اس جہاں کے گھوڑے کسی ولایت میں نہیں دیکھے۔ اور پرانے ملکوں کی ہوشیاری اور خوبی نگہداشت اور رحمہ کی قابل تعریف ہے کہ کسی جانور کو مینے میلایا زخمی یا مجروح یا لڑنے پایا۔ علی العموم گھوڑوں پر پیاری سے پرنا لیاں پڑی دکھیں۔ عظمت اور شان تجارت اور خوبی بیان کے کارخانوں کی اور کثرت آمد و رفت مال کی ایسی ہے کہ اوسکو کوئی بھائی ہندی میرا بے معائنہ کے باور نہیں کر سکتا۔ اگر بیان بھی اڈکا کیا جاوے تو وہ مثل کمانی اور فسانہ کے معلوم کیگئے۔ مین دریا سے سرے کے پار اتر کر کینل پٹید کے اوس کارخانہ میں گیا جہاں سہ کاری جہازوں کی ساخت اور مرمت ہوتی ہے۔ بڑے بڑے بھاری جہاز ملکوں کے ذریعہ سے تعمیر ہوتے ہین اور اوکی ساخت کے نمونے چھوٹے چھوٹے لکڑی کے بنے چوٹے کارخانہ مذکور میں موجود رہتے ہین۔ ان کارخانوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت علم جسم ثقیل اور علم مامور ہوا اور حکمت اور ریاضی کے پڑھنے کا انھوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور وہ آلات بنائے کہ جو طلسم سے معلوم ہوتے ہین اور وہ دولت اور قوت ان آلات سے پید کی کہ جس سے ملک مالا مال ہو گیا اور قوم زبردست ہوتی جاتی ہے تہ ہمارے ملک کی طرح سے کہ چند لوگوں نے ان علموں کو پڑھا اور ناحق اپنی قوت حافظہ کو ان کے مسائل یاد کرنے سے بے پوچھا اور قوت مدر کہ کو ان کے مضامین باریک کے سمجھنے اور سمجھانے سے تکلیف دی اور آخر کو یوں ہی ادنیٰ سے بے فائدہ اٹھائے کسی گوشہ گننامی میں رکھ کر حشر آلود دوسرے عالم کو چلے گئے باعموم گھوڑے یہاں کے بنیت لندن کے بہت قد آور اور مضبوط اور بڑے اور خوبصورت

پائے گئے مگر آدمی بیان کے کچھ پریشان حال اور مفلوک دکھائی دیئے بعد سیر کرنے پر کینیل ہڈی کے مشر کوک صاحب سے لیورپول میں ہماری پہر ملاقات ہوئی۔ مشر ہارن بائی صاحب نے ایک چٹھی واسطے میرے چٹھر کے میرے لئے بنام مشر ڈیوہرٹ صاحب اپنے ایک دوست مشر نکسن صاحب سے لکھا کہ لادی۔ پھر مینے اگر اپنے ہوٹل میں آرام کیا۔

۴۔ جون ۱۸۵۷ء جمعرات کی صبح کو ۹ بجے ڈھائی ٹنگلنگ ویکو درجہ سوم کاکٹ لیکر روانہ میں چٹھر ہوا مگر قبل از روانگی مشر ہارن بائی صاحب بھی میرے دلے کرنے کے لئے ہوٹل میں آگئے تھے۔ تمام راستہ میں کھیت گیہوں جو کے اور ترکاریوں کے سبز سبز شل تختہ بنے کے نہایت وسیع اور خوبصورت نظر آئے اور اس طرح خوبصورت گاؤں اور قصبے اور شہر اچھے اچھے صاف اور خوشنما مکانوں کے دکھائی دیئے۔ غرض ۱۰ بجے میں میں چٹھر میں پہنچا اور کوئٹن ہوٹل میں ٹھہرا اور فوراً اسباب اپنا اپنے کمرہ فردگاہ میں رکھ کر کپڑے بدل کر جی آر دیوہرٹ صاحب کے آفس میں جو میئر ہوس گریٹ مالبرو اسٹریٹ میں واقع تھا اسی گاڑی پر سوار ہو کر پہنچا۔ چہر میں ریلوے اسٹیشن سے اپنے ہوٹل میں آیا تھا اور سوقت عجیب لطف ہوا کہ جب میری گاڑی قریب زینہ آفس ڈیوہرٹ صاحب کے پہنچی تھی اور میرے کوچان نام اور پتہ مکان مشر ڈیوہرٹ کا خود اونسے دریافت کرتا تھا کہ جو کوٹھی سے میرے لئے اتر کر استقبال کو زینہ سے نیچے آئے تھے اور خود میرے کوچان سے وہ میرا حال پوچھتے تھے کہ آیا اس گاڑی میں فلاں شخص (یعنی راقم) سوار ہے۔ غرض بعد ملاقات معلوم ہوا کہ صاحب ممدوح کو لیورپول سے مشر نکسن صاحب نے میرے پہنچنے کی خبر بذریعہ ٹیلیفون کے دیدی تھی پھر مشر ڈیوہرٹ صاحب اپنی نشستگاہ کے کمرہ میں لیگئے اور اُسے دکھایا۔ اور پھر اُس کمرہ میں لیگئے جہاں ٹیلیفون لیورپول سے وہاں تک لگا ہوا تھا اور فرمایا کہ آپ خود مشر نکسن صاحب سے لیورپول میں ہیں بات

کرلین چنانچہ مین نے بھی اسی آلہ کے ذریعہ سے چند باتیں صاحب موصوف القدر سے کہیں۔
 پھر میر تقی اعجاز ڈوبلیو جیمس گرائٹ صاحب کے کرایا جو بینک ہوس ولنگٹن روڈ مین شہر مین چمٹر کے
 رہتے ہیں۔ ان صاحب نے جو ایک خندہ رو خوش مزاج کریم الطبع ہیں مجھے کارخانے ساخت
 پارچہ کے دکھائے۔ اور وہ مقام بھی کارخانہ مین پارچہ بانی کے معائنہ کرایا۔ جہاں بذریعہ دباؤ پانے
 کے تھانوں کے بندل باندھے جاتے ہیں۔ یہ ہی صاحب مجھے اپنی سواری فٹن پر ایک اور شہر
 مین لینگے جہاں چمینیٹون کے بنانے کا ایک بڑا کارخانہ عالیشان ہے جہاں قدرتی بل بوتوں کا
 عکس کاغذ پڑا جاتا ہے اور کاغذ سے پیتل کے پتروں پر کندہ کیا جاتا ہے اور پھر ہل چھو لو کہ
 رنگوں کے مطابق طرح طرح کے رنگ اون پتروں مین دیکر کپڑے چھاپے جاتے ہیں اس کا خانہ
 مین وہ مقام بھی جہاں تھان پتروں کے کلپ کئے جاتے ہیں اور دھوئے اور سکھائے جاتے
 ہیں وہ بھی تعجب نہیں ہے۔ کارخانہ مذکور مین جو دو منزلہ مکڑی کا بنا ہوا تھا اس کے اوپر کے درجہ
 مین مینے دوشیشیان جیمین و توہ پانی ساوے ایک جگہ دیوار مین کارخانہ کے لنگتی دیمین
 میرے استفسار پر اونکی کیفیت مہتمم کارخانہ نے یہ بیان کی کہ اگر خدا نخواستہ اس عمارت جو مین
 مین آگ لگے جہاں ہزار ہا تھان اور منون صابون پڑا ہوا ہے تو وہ آگ انھیں شیشیوں کے
 استعمال سے بجھ سکتی ہے جنھیں سے ہیڈ روجن گاس نکھلے جو آگ کو پانی بنا دیتی ہے۔ جب کہ اس
 کارخانہ مین سیر کرتے کرتے زیادہ وقت لگ گیا تو ہم اور مسٹر گرائٹ صاحب اسی کارخانہ کے
 مہتمم مالک کے گھر گئے جہاں صاحب خانہ تو موجود نہ تھے مگر اونکی لیڈی صاحبہ تشریف فرما تھیں۔
 انھیں لیڈی صاحبہ نے مسٹر گرائٹ صاحب کی اور مجھ مہمان ناخواندہ کی نہایت شوق دل سے
 ملازمت کی اور ہم کو کمال سیر چشمی اور عطف سے نفع کھلائی۔ اونکے اس بڑاؤ و معائنہ سے ایسا
 معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اپنے کسی دوست عزیز قدیم کی تواضع اور مدارات کرتے ہیں بد نفع کے

ہم اون لیڈی صاحبہ سے بکمال مشکور سی و ممنونی زینت ہوئے اور پھر مجھے مسٹر کرائسٹن صاحب
 ہوس آف ایکس چیف مین میں چتر کے لگے جسکا اتنا بڑا مال روم تھا کہ جبین - ۸ - ۱۰ ہزار آدمی
 کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ اور مسٹر کرائسٹن صاحب فرماتے تھے کہ دنیا میں اس سے بڑا کوئی
 ہوس آف ایکس چیف نہیں ہے۔ اسی عمارت کے بالا خانہ کے چند کمر میں جو نہایت خوشنما
 اور عظیم الشان تھے صاحبان بھٹہ شہر کے کچھری فرمایا کرتے ہیں اور ممبران میونسپل شہر مذکور کا جلسہ
 بھی وہیں ہوا کرتا ہے اور انھیں بالا خانہ کے کمر میں سے وہ چند کمرے بھی مجھ دکھائے
 کہ جہاں شاہزادگان والاد و دمان حضرت چناب ڈیوک آف ایڈنبراہادر اور جناب
 لیو پولڈ صاحب بہادر اگر قیام فرمایا کرتے ہیں۔ میں نے ان کمروں کو دیکھا وہ کچھ آراستہ اور
 پیراستہ نہ تھے ولایت کے معمولی مکانات کی کمروں کی طرح تھے۔ اس سے حال تنذیب
 اہل ولایت معلوم کرنا چاہیئے کہ شاہزادہ تک اس ملک کے کس سادگی سے رہتے ہیں اور کیسے
 نمایش ظاہری سے متنفر ہیں۔ کاش اگر ایشیا کے ایسے عایقہ رنہزادے دمان قیام اپنا رکھتے تو
 کیسی کیسی فضا بخزچی سے ان کمروں کو وہ آراستہ کرتے۔ پھر مجھے مسٹر کرائسٹن ایکٹو مین کل اسکول
 میں لگے جہاں نوجوانوں کو فن انجینیری - سوداگری - نقاشی - کسٹری - کپڑا بننا - رنگنا -
 چھاپنا - اور خود انجن کلچلانا - تعلیم کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ فائدہ عظیم تصور ہے کہ جب ضرورت ہو
 کسی کارخانہ میں بجائے کسی کاریگر کے جو مر جائے یا بھاگ جائے یا بیمار ہو جائے تو یہاں تعلیم یافتہ
 آدمی جو اس کام کا ماہر ہے فوراً جا کر اس کام کو انجام دے سکیگا اور کارخانہ کو بند ہونے دیگا۔ کیونکہ
 ظاہر ہے کہ جب تک کوئی مزدور ایسا تعلیم یافتہ نہ ہو گا کہ وہ کی طرح کارخانہ و شکاری میں سجا
 کاریگر تعلیم یافتہ غیر حاضر کے کام کر سکیگا۔ سچ ہے کہ اگر ایسا اسکول اس شہر میں قائم ہوتا تو دمان کے
 کارخانہ والوں کو بالضرورت جہ بیماری یا فوجی یا مفردی مزدوروں کے بیشتر اوقات کام بند کرنا پڑتا

اور نقصان عظیم اٹھانا پڑتا۔ کیونکہ ان کا رخا نو نہیں سلسلہ کام کیے با دیگرے مثل پرزائے گھڑی ایسا متعلق ہوتا ہے کہ اگر ایک کاریگر تعلیم یافتہ کمین چلا جائے تو اس کے کام کا سلسلہ ضرور بگڑ جائے اس اسکول کے صاحب پرنسپل بہادر نے مجھے چند کتابیں متعلق تو اپنے مدرسہ کے دین اور نوبلا کہ اگر تمہارے ملک کا کوئی طالب علم اگر یہاں کام سیکھے گا تو ہم خوشی سے اسے کام سکھائیں گے مجھے عمارت اوس یونیورسٹی جدید کی بھی دکھائی کہ جسکی منظوری گورنمنٹ سے اوسی زمانہ میں حاصل ہوئی تھی اور راہ میں مجھے سیرالکونڈرا پارک کی بھی صاحب ممدوح نے کرائی جو قابل دید تھی۔ پھر مجھے صاحب ممدوح اپنے گھر لگئے اور سب بال بچہ کو اپنے دکھایا۔ اور اپنی لیڈی صاحبہ سے میری ملاقات کرائی۔ کھانا کھلایا۔ میں نے بھی حسب دستور اپنے اہل ہند کے اون کے بچوں کو ایک اشرفی شیرینی کھانے کو دی جو باصرہ تمام قبول کی گئی۔ پھر میں اپنے ہوٹل میں پہونچا اور آرام کیا اور ۵۔ تاریخ جون شنبہ ۱۰ یوم جمعہ کو صبح کے وقت ۸ بجے ۱۰ ڈیڑھ شلنگ کرایہ ریل دیکر روانہ قصبہ دکن ہوا اور ایک ہی گھنٹہ میں وہاں جا پہونچا راستہ میں اس کے مجھے اچھے اچھے خوبصورت قصبے اور شہر نظر پڑے اس نواح کی آبادیوں کے قریب کو یہ قانون سے کھود کر نکالا جاتا ہے اور جا بجا انجنون سے کام لیا جاتا ہے۔ زمین یہاں کی شاداب زرخیز ہوا ربانی گئی کھیت ربیع کے ہرے بھرے خوش قطع خوشنما دکھائی دیئے کہ جسے آنکھوں کو ایک سرور اور دل کو تازگی حاصل ہوتی تھی۔ اس میں چشتر اور دکن میں ہر بینٹ منٹ پر ایک ریل آتی جاتی ہے۔ یہ قصبہ اگرچہ شہر کے نہیں ہے مگر تاہم آبادی اسکی خوب گنجان اور عارتیں اور بازار خوشنما ہیں۔ میرے پاس ایک چٹھی مسٹر ایم کیمپسن صاحب بہادر کے ایک دوست کی بنام ڈارنگٹن صاحب سوٹر کے تھی۔ اسلئے میں ریل سے اتر سیدھا اون کے ہی گھر پہونچا تھوڑی دیر میں باہر سے وہ گھر میں آئے اور مجھے بہت اخلاق اور تپا کئے۔ بارش اُس دن ہو رہی تھی

مگر صاحب مدوح مجھے سمجھ اپنے ایک کارندہ کے اپنے کو لیہ کی کان دکھانے کو جو آبادی سے
دو میل دور ہوگی گاڑی پر سوار کرایلیکے اور کان کے منہ پر جان مختصر سے دو تین کمر بنے ہوئے
تھے لیجا کر فرمایا کہ جناب کو اگر شوق اندر آکر اس کان کی سیر کرنے کا ہے تو بسم اللہ اس کوٹ کو جو
زیب تن فرما رہے ہیں اُتار بیٹے اور اس کان کے کوٹ بانا تو کو جو کمری میں اونکے موجو و تھا پسٹے اور
اپنی پتلون پر اس پتلون سیاہ موجو دہ کمرہ کو پہن لیجئے۔ اور اس لفٹ کے ذریعہ سے اس کان
کے اندر جو قریب دو فوٹانگ کے گہری ہے میرے آدمی کے ہمراہ اُتر جائے چنانچہ میں نے بھی
فی الفور کپڑے اتار کر اوپر میں کے کپڑے پہن اور ایک سیفٹی لعل ٹین ہاتھ میں جب ہدایت
اونکے لیکر ذریعہ لفٹ کے کان کے اندر گئی اور اپنے کپڑے اتار کر اوپر ہی کے کمرہ میں چھوڑ دیئے
سیفٹی لعل ٹین ایک قسم کے شیشے کی چھوٹی گول لعل ٹین ہوتی ہے جسپر لوہے یا پیتل کے
سارون کا جال لگا ہوتا ہے اور ان اصول حکمت سے وہ بنائی جاتی ہے کہ جس سے اوسکے
شعلہ پر گیس کان کے اندر کی سرایت نہیں کر سکتی ورنہ اگر ذرا بھی دہ گیس شعلہ لعل ٹین تک
پہنچ جائے تو وہ ایسی آتش گیر ہے کہ ایک لمحہ میں ساری کان کی گیس میں آگ لگ جائے اور
ستام کان مثل سترنگ کے اوڑ جائے چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ میری حالت اقامت میں لندن کی
بابت ایک کان میں ہوا تھا کہ جیمین ۷۲ یا ۷۳ آدمی جان سے تلف ہو گئے تھے اور سنا جاتا ہے
کہ ستریس ہی واقعہ جانکاہ اور حادثہ ہوش ربا یہاں وقوع میں آیا کرتے ہیں۔ جب میں اوس
کان کے اندر پہنچے جا پہنچا تو دیکھا کہ بالکل دہان تاریکی مثل گورگنا ہمار ہو رہی ہے اور اسی تاریکی
میں قریب دہانہ اوس کان کے ایک اسٹیم انجن بھی چل رہا ہے اور ایک پٹری ریلوے لین
کی اوس کان کے اندر اوس مقام تک بھی ہے کہ جہاں کان کھودنے والے گڈالون سے کوئلہ
کھود رہے ہیں اور اوس ریل کی پٹری پر چھوٹے چھوٹے صندوق چلی پیٹھ دار جو دیوتا ہیں

فیٹ اونچے اور س فیٹ چوڑے اور چار فیٹ لمبے ہونگے۔ بھائے ریل گاڑیوں کے چل رہے ہیں اور ایک ٹوئن صد و تون کے ٹرین میں جوتا ہوا ہے جو کوئلہ کے بھرے صندوق کو کھینچ کر دہانہ کان تک جہاں لفٹ لگا ہے لے آتا ہے اور وہ صندوق فوراً اس لفٹ میں رکھ دئے جاتے ہیں اور وہ لفٹ اونکو اوپر لیجا کر ایک ڈھالوز میں پر ڈالتا ہے جہاں سے وہ کوئلہ پھسل کر اذخو ایک معمولی ریل گاڑی میں چلا جاتا ہے اور وزن بھی اسی اتنا لڑا ہین کوئلہ کا ہو جاتا ہے۔

میں اوس کان کے اندر اوس مقام تک پہنچا جہاں کام کھدائی کوئلہ کا جاری تھا اور دہانہ کان سے وہ مقام قریب پائیل کے دور ہو گا تو دیکھا کہ مزدور برہنہ تن صرف جاگلیہ پہنے کدالون سے کوئلہ جو بطور پرت یا تہ زمین کے جما ہوا ہے کھودتے ہیں اور فوراً اسکو وہ مزدور جھٹکے پاس سیفی لعل ٹین ہین صندوق میں بھرتے جاتے ہیں وہاں نہ سردی تھی نہ بہت گرمی۔ تنفس کے لئے ہوا بھی خالص اوپر سے نیچے بذریعہ ٹون کے پونچائی جاتی تھی در نہ آدمی کی زسیت اوس مقام تا ایک اور بند میں دشوار ہو جاتی۔ جہاں سے کوئلہ کھودا جاتا تھا وہاں میں نے خود محسوس کیا کہ ایک قسم کی گیس دیوار کان سے آواز سون سون کرتی نکلتی تھی اور شعلہ لعل ٹین کی طرف دوڑ کر آتی تھی جس سے شعلہ اسکا خمیدہ ہو جاتا تھا اور کچھ قطرات پانی کے بھی اُن دیواروں سے برآمد ہوتے تھے یا ہوا ہانکی پانی ہو کر بصورت قطرات بہ جاتی تھی۔ چوڑائی راہ اوس کان کی سرنگ کی جدھر جدھر اوسکی شافین گئیں تعین تین چار گز سے زیادہ نہ تھی اور کمین قد آدم سے اوسکی چمت ایک فیٹ یا آدھے فیٹ بلند تھی اور کمین پہکو خود جھجک کر اوس راستہ میں جانا ہوتا تھا اور اوس سرنگ کے دونوں حاشیوں پر جہاں سے کان مذکور کے اندر ریل گزاری ہے والاں جایا کھود کر بنادئے گئے ہیں کہ اگر کچھ چٹقلش آدمیوں کی یا مال کے آنے جانے میں اوس راستہ پر ہو جائے تو اون والا نون کے اندر مال یا آدمیوں کے بچ جانے سے وہ تکلیف

نہونے پائے۔ آؤں ہے ان مزدوروں پر جو ایسی کانوں کے اندر کام کرتے ہیں جہاں آفتاب کی صورت و ذرات کبھی نظر نہیں آتی جس پر ہمارے زندگی ہر وہ بچا رہے یہ نہیں جان سکتے کہ آفتاب دن سے بارات دھوپ ہے یا بارش۔ غرض میں نے دو گھنٹے تک سیر تمام کان کی کی اور پھر ٹرسی لفٹ کے ذریعہ سے ہمراہ اپنے اسی رفیق کے باہر آیا اور ہاتھ منہ دھو کر لباس مستعار اتار اپنے کپڑے پہن روانہ جانب مکان مالک کان اپنے مہربان کے ہوا۔ اور دہانے سو اوون بجے دن کے ٹفن کھا سواتین بجے دن کے بسواری ریل میں چپٹر کو پہنچا اور میں چپٹر میں صاف ۱۰ منٹ توقف کر کے شہر اسٹوگ کو روانہ ہوا جہاں کہ مجھے کارخانہ چینی سازی کا دیکھنا منظور تھا اور پونے پانچ بجے وہاں پہنچا اور جب صلاح مسٹر ڈارنگلٹن صاحب کے اسٹاف ڈوٹل میں مقیم ہو جاو ریل کے اسٹیشن سے بہت قریب تھی۔ اس شہر کے راستہ میں ریل پر سے پہنچے ایک شہر ہین لی نام جہاں سے دو میل اسٹوگ رہتا ہے دیکھا کہ وہاں بھی کارخانہ چینی سازی کا تھا اور لوہا بھی وہاں کھودا اور گھلایا جاتا تھا۔ سب ملک اس طرف کا تروتازہ پایا۔ مکان ان بلاک کے خوش قطع جھلک آسائش موسمی کے مناسب حال دیکھے خواہ وہ گہرا ل شہر کے ہوں یا قصبہ قی یا دیہاتی بھائیوں کے۔ حتیٰ کہ اگر ایک مکان کسی کسان کا میدان میں نظر آیا تو اس میں بھی چند کمرے آسائش موسمی کے اور کچھ صحن اور ایک چھوٹا سا باغ ضرور دیکھا۔ اور راستہ اور گھر صاف اور مکان اوجھلے اور پاکیزہ اور راستہ پائے۔ کے ٹنل ہکولین جہاں سے ہماری ریل نے گزرا کیا۔ انہیں سے ایک ٹنل سب سے بڑی تھی اور تاریک بھی تھی۔ اس نواح کے آدمی بیشتر لوہے کے کارخانوں میں چہرہ چہ زن مصروف پائے۔ غالباً ایک متنفس بھی شایق نوکری گورنمنٹ کا تھا۔

۶۔ جون ۱۸۷۰ء یوم شنبہ مقام اسٹوگ میں نے آج سیر تمام شہر ذکر کی کی۔ اور پھر منٹن صاحب کے کارخانہ چینی سازی میں دن سب بجے دن کے گیا۔ دیکھا کہ پہلے مٹی کل کے ذریعہ سے خوب باریک

پیمپی جاتی ہے اور پھر اس سے چاکون پر برتن بنائے جاتے ہیں اور صاف صاف سنگ مرمر کی میزوں پر وہ برتن رکھے جاتے ہیں۔ بعضے برتن تو ایک ہی دفعہ چاک پر شل مشتری یا رکا جی کے بناتے ہیں اور بعض مین کئی کئی جوڑ جدا بنا کر لگائے جاتے ہیں جیسے گھلان یا لگ یا جگ وغیرہ۔ پھر یہ برتن بنا کر خشک کئے جاتے ہیں اور بعد سوکھ جانے کے دو دن تک برابر بھٹی مین پکائے جاتے ہیں جو ایک بڑے لمبوترے گنبد کی صورت بنائی جاتی ہے اور چاروں طرف اس سجھی کے مویان رکھی جاتی ہیں جنہیں سے ہوا بھی جاتی ہے اور آگ کے تاؤ کو دیکھا کرتے ہیں اور کوئلہ دیتے رہتے ہیں اور اوپر کے سوراخوں سے بھٹی کے دھواں نکلا کرتا کہ یہ بھٹی زمین سے ۴ فیٹ اونچی ہوتی ہے اور جو برتن بھٹی کے اندر رکھے جاتے ہیں وہ ایک جگے بلند پر ساگرون مین رکھے جاتے ہیں اور ساگر ایک برتن لگی ہے جو بصورت ایک اکھلی کے ہوتا ہے جسکا پینڈا نہیں ہوتا اور بلندی ساگر کی بقدر ڈیڑھ فیٹ کے ہوتی ہے اور اس طرح سے بھٹی مین برتنوں کو ساگر مین رکھتے ہیں اور کوئلہ ان ساگرون کے نیچے اور اوپر رکھتے ہیں کہ جو شعلہ آگ کانٹھے وہ سب ساگردن میں نیچے اوپر سے ایکساں اثر حرارت کا پہنچائے۔ اور ان برتنوں کی پختگی کے دریافت کرنے کے لئے ادن سوراخوں میں بھٹی کے چینی کے مٹی کے چھلے رکھ دیتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ وہ چھلے پک گئے تب قیاس کرتے ہیں کہ برتن بھی پک گئے ہوں گے جب یہ برتن پک جاتے ہیں تب انکو ٹھنڈا کر کے نکال لیتے ہیں اور اوپر پھر رنگ آمیزی اور نقاشی کا کام کرتے ہیں اور بعد رنگ چڑھانے کے آٹھ دن تک ان برتنوں کو بھٹی مین رکھ کر پکاتے ہیں جب وہ رنگ برتنوں کے جرم میں اثر کر جاتا ہے تب اوپر روغن جہاں دمک کے لئے پھیرتے ہیں اور پھر یہ روغن دیکر ۹ گھنٹے کے لئے پھر بھٹی مین رکھتے ہیں جس سے برتنوں میں ابداری اور پوری پختگی آ جاتی ہے اور لایق فروخت ہو جاتے ہیں۔ سبے نازک اور مشکل کام دھینے کے برتن بنانے

مین گل کے تاؤ کا پہچانتا ہے اور بعد اسکے نقاشی کرنا ہے بطرح چھینٹ کے بنانے مین نقاشی مشکل ہے ایطرح اس کا رخانہ مین بھی یہ کام مشکل ہے۔ کھیرا یا کھیر مل غلات ہندوستان کے محض ننکا مٹی سے بنتا ہے اور ہمارے ملک مین گارے سے اور اوسمین پھول پڑنا بنا سفت مشکل کام ہے۔ اور کھیرے کا پکانا مثل خردن چینی کے ہو کرتا ہے۔ مین نے اس کا رخانہ کی دوکان کو بھی دیکھا جہاں سب اقسام کے برتن بنے ہوئے برائے فروخت رکھے تھے و اتنی وہ ایک بہت بڑی دوکان عجیب و غریب اور نفیس خردن چینی کی تھی کہ جسکا لطف بے دیکھے مرتب یقین مین نہیں آتا۔ پھر مجھے مسٹر منتن صاحب مہتمم کا رخانہ اس شہر کے میوزیم دکھانے کو لگئے اور بہر کتب خانہ کی بھی سیر کرائی۔ جنگی عنایتوں کا مین بہت مشکور ہوں۔ پھر مین ایک بچے ہنٹ پر ورنہ لندن بسیل ریل ہوا اور ساڑھے چار بجے دن کے وہاں پہونچ گیا۔ یہ ریل چار سی سواے شہر اسٹا فرڈ اور رگبی کے کمین راہ مین نہ ٹھہری اگرچہ راستہ مین ہنسنے بہت سے قصبے اور شہر دیکھے کہ جہاں سے کوئلہ کھودا اور لوہا کھودا اور گلیا جاتا تھا اور کپڑا بنا جاتا تھا۔ اسی ریل کے کنارہ ایک بڑی نہر بنائی گئی ہے اگرچہ یہ نہر نہر گنگ کی ایک شاخ کے برابر ہے مگر اسمین برابر کشتیان و خانی چھوٹی چھوٹی چلتی مین جہاں کو ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجاتی مین تمام راستہ مثل بانگ کے سبزہ زار تھا۔

۷۔ جون ۱۹۰۷ء کو وزیر کیشنبہ۔ آج مین سیر کو ہائیڈ پارک کے گیا اور وہاں کا تاشاے منظر دیکھ محلہ براہمپن مین کو چوگر و پلس ملاقات کو مسٹر و ہش صاحب بہادر کے گیا جو ریورنڈ ایف ٹی ڈیوی صاحب اپنے بنوئی کے گھر قیام پذیر تھے وہاں مسن اتفاق سے خود مسٹر و ہش صاحب اور ان کے ہائیڈ صاحب اور ان کی بہن یعنی مس ڈیوی صاحب سے ملاقات ہو گئی اور ان صاحبوں نے بوجہ دوستی جناب مسٹر و ہش صاحب بہادر کے مجھے ملکہ بہت اظہار مسرت کا کیا اور کمال خاطر داری

اور مدارات میری کی۔ غرض اُن صاحبوں سے مل جل کر بعد ٹنن مین اپنے ہوٹل کو آتا تھا کہ راہ میں گرین پارک اور جیس پارک سے آگے بڑھا اور متصل چینگ کراس اسٹیشن کے پونچا وہاں دیکھا کہ ہزاروں آدمی گاڑیوں پر سوار اور اقسام اقسام رنگ کی جھنڈیاں لئے ہوئے غل مچاتے ہائیڈ پارک کو جا رہے ہیں میری گاڑی اونکی گڈر سے ٹک گئی بیٹے اپنی کیب والہ سے جو ہلکتا تھا سب اسکا پوچھا تو اسنے کہا کہ گورنمنٹ نے شراب پر کچھ محصول زیادہ کر دیا ہے یہ لوگ اوس حکم کی ناراضی سے بطور اپیل کرنے کے ہائیڈ پارک میں جاتے ہیں وہاں جا کر علما اور فضلا اور پارٹی اس جماعت کی تقریریں مونیڈان لوگوں کے کریگے اور وجوہ غیر مناسب ہونے حکم مذکور کی ظاہر کریگے جسکو اخبار نویس اپنے اپنے پرچوں میں درج کریگے اور گورنمنٹ کے کان تک اس درخت کے مضمون کو گوش زد کریگے۔ واقعی میری راے میں یہ طریقہ اپیل کرنے کا اور اپنے زانالے کا اور انظار اسکا کہ کتنے لوگ کس کس قسم کے اس حکم سے ناخوش ہیں اور کیا کیا وجوہ ناخوشی ظاہر کرتے ہیں واسطے صاف دلی رعایا اور انصاف بادشاہ کے بہت اچھا ہے۔

۸۔ جون ۱۸۸۶ء روز دوشنبہ۔ آج میں بوجہ بارش باران کین سیر و تماشاے کو نہیں گیا ہوٹل میں ہی رہا۔ ایک چٹھی کرنیل فلیس صاحب کی لوار ناروڈ سے میرے پاس آئی جس میں وہ مجھے اپنے گھر دعوت کھانے کے لئے کل منگل کی صبح کو بلاتے تھے۔

۹۔ جون ۱۸۸۶ء روز شنبہ۔ آج میں آٹھ بجے دس منٹ پر براہ وکٹوریا اسٹیشن ریلوے کے لوار ناروڈ کو روانہ ہوا آدھ گھنٹہ میں وہاں جا پونچا دیکھا کہ جناب کرنیل صاحب میرے لئے اسٹیشن پر موجود ہیں کمال محبت اور اخلاق سے مجھے اپنے گھر جو اسٹیشن کے پاس تھا لیگئے۔ اور بہت دھوم دھام سے میری دعوت کی اور صاحب ممدوح کی میڈمی صاحبہ اور مس صاحبہ نے تمام مراسم مہانداری ادا کئے اور صاحبزادیوں نے بھی اپنا گانا بہت خوش السانی سے

مجھے سنایا اور مغلون کا کیا اور اپنی دستکاریاں جو مہینی کی رکابوں پر لگی اور بوٹہ بنانے۔
 کی تھیں دکھائیں۔ یہ کرنیل صاحب میرے پورا نے دوست بے ریا محمد ضمیمہ خان سالار اؤنٹر
 رئیس بریلی کے دوست ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ کرنیل صاحب بہادر ہندوستان میں افسران کے
 رسالہ کے تحفے صرف اوسکے پاس محبت سے میری استقدارات کی تھی۔ قیاس کرنا چاہئے کہ
 اہل انگلستان اپنے دوست کا استقدار لخواہ اور پاس خاطر رکھتے ہیں کہ جو دوست کے دوست کی
 استقدار خاطر کرتے ہیں کہ جو ہمارے بھائی ہندی اہل دوست کی بھی نہیں کرتے۔ کرنیل صاحب
 موصوف بہت کچھ حال محمد ضمیمہ خان اپنے دوست باوفا کا دریافت کرتے رہے اور ایک اپنے
 لڑکے نوجوان کو بھی مجھے دکھایا جو اوسوقت تحصیل فن ڈاکٹری کرتا تھا وہ لڑکا ایسی انگساری
 اور سعادت مندی کے ساتھ مجھے ملا اور وہ محبت کی کہ گویا میں اوسکے باپ کا پورا نا دوست تھا
 غرض میں نے بھی بوجب رسم و رواج اپنے دیس کے اوسکو دوا شرفیاء شہر میں کھانے کو
 دین۔ پھر کچھ آرام کر کے میں ہمراہ کرنیل فلیس صاحب کے کرٹس پلیس کی سیر کو بسیل ریل روانہ
 ہوا اور ہم سب دن کے ہر دو دن ہونچے۔ واقعی یہ محل ایک عمارت عجائب روزگار ہے جو
 نہایت وسیع خوشنما بطور شیش محل کے بنی ہوئی ہے اور اوسکا باغ اوس سے بھی زیادہ
 سرسبز شاداب و دلکش بنا ہوا ہے جسکی شادابی اور خوشنمائی سے نظر سیر نہیں ہو سکتی۔ اور
 اوس سے بھی زیادہ میرے لئے دلکش اور عجیب ایک عمارت بصورت گنبد باغ مذکور میں بنی ہوئی
 تھی جسکو پنورا ماقل الکبیر کا کہتے ہیں۔ اس گنبد میں نقشہ جنگہ قل الکبیر کا ہے جو ملک مصر میں
 ابھی دو تین برس ہوئے کہ عربی پاشا اور گورنمنٹ انگریزی سے ہوئی تھی حسین فوج
 انگریزی نے بہ اتحتی جنرل دلازی کے فوج باغی مصریوں پر فتح پائی تھی۔ یہ کوٹل پلیس ہر روز
 دن میں دوپہر کے ۱۲ بجے سے شام کے ۸ بجے تک تماشا میون کے لئے کھلا رہتا ہے اور محل

نزلہ ہے اور اس میں محلہ اے شاہی قسطنطنیہ اور مصر کے نمونہ کے مکانات بنائے گئے ہیں اور ایسے ہی
 اور شاہان یورپ کے بھی محلوں کی نقل بنائی گئی ہے اور جا بجا تصویریں اکثر قوم کے مشہور اور موزوں
 اور نامور لوگوں کی لگائی گئی ہیں۔ اس ہی کرسٹل پلےس کے درجات بالاے اور زیریں
 میں اقسام اقسام کا مال تجارت منجانب تجارتان برائے فروخت رکھا رہتا ہے اور جمہرات کے
 دن یہاں نہایت اچھی اچھی آتش بازی ہزار ہا روپیہ کی چھوٹا کرتی ہے۔ اس محل کے بالا خانہ
 کی چھت اور دروازہ اور جو راستہ کہ باہر محل نکوڑے جاتا ہے اس کی دیواریں تمام آگینیہ کی
 بنی ہیں باقی سب چونہ اور پتھر وغیرہ سے بنایا گیا ہے۔

۲۵۔ مئی سنہ ۱۷۷۵ء ہزار آدمی اس محل کے تماشا دیکھنے کو آئے تھے اور اس بقدر ہر روز
 یہاں آدمی آیا کرتے ہیں اور ایک ایک شلنگ ہر آدمی سے فیس سیر کرنے محل مذکورے لیجاتی
 ہے پھر فرمائیے کہ کس قدر محل سالانہ اس ایک عمارت کا ہوا۔ بالا خانہ پر باجہ بینڈ کا بجا کرنا ہے
 اور اور بھی اسکے سوا باجہ یہاں کے باجہ نواز بجا کرتے ہیں۔ اس محل کے باغ میں بھی ایک
 چبوترہ مثل چبوترہ الفرڈ پارک الہ آباد کے ہے مگر اس کی اور اس کی خوبی اور لطافت میں زمین
 و آسمان کا فرق ہے۔ پیورا ما کے برج میں جانے کے لئے بھی ایک خاص فیس جدا لگانہ
 فی کس نصف شلنگ اور لیجاتی ہے مگر اس برج میں چھت پر چڑھنے سے عجیب کیفیت
 نظر آتی کہ گویا میں خاص اوسی مصر کے ملک میں جہاں معرکہ تل الکبیر واقع ہوا تھا موجود ہوں
 اور وہی معرکہ لڑائی کا سیلون تک دکھائی دیتا ہے۔ کہیں ایک سپاہی کا برچھا ایک یورپین لجر
 کے مٹہ میں چلا گیا ہے اور اس یورپین کی سنگین مصری سپاہی کے بدن میں گھس گئی ہے۔
 آورد و نوں زخمی پرے ہیں کہیں چھو لاری میں مصری فوج کی پکھال پانی کی ٹنگ رہی
 ہے کہیں کسی جگہ یورپین سپاہی اپنی توپ کو قلعہ کی تفصیل توڑ کر اوپر چڑھا کر لیجاتے ہیں۔

کھین ایک پراسوارون کا کسی گائون کے پھونکنے کو جو میلون دور ہی دوڑا جاتا ہے کھین خون کے پرناے بہہ رہے ہیں کھین آگ لگ رہی ہے۔ کمال اسکے کاریگر کا اسمین تھا کہ بذریعہ میٹھون کے تصویر بند کورمین اوس ملک کا وہی موسم گرما وہی ریت کے ٹیلے اور وہی میدان بالوکا اور وہی آسمان کا بھیا نک کو سون تک نظر آنا اور پھر وہی تازت آفتاب جو برداشت سے ہمارے باہر ہے اور وہی خاک اور گرد آلود میدان اور وہی بے درخت ملک۔ روال آفتاب کا دقت۔ اور پھر وہی پورند کی تصویر کیا آدمی اور کیا جانور اور کیا دیگر اشیاء کی جو کئی تون دکھائی گئیں تعین۔ جس سے صاف پایا جاتا تھا کہ گویا ابھی لڑائی ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ اُس ہنگامہ کارزار کے دیکھنے سے دل گھبرایا جاتا تھا اور ہر جب اوس برج سے تصویر کے نیچے اوترے تو وہی خوشنما آسمان ہے وہی ابر و باران وہی موسم دلکش سبز برج وہی بانغ وہی چمن سہ سبز وہی آبشارین۔ تہرین جاری اور وہی ٹھنڈے نسیم کے جھوکے چل رہے ہیں۔ کاش اگر ایسی تصویر ہمارے ملک میں بمقام دہلی یا اگرہ یا لکھنؤ قایم کیجاتی تو ہزاروں آدمی اپنے گھر کا اسباب بیچ بیچ کر اسکے تماشا دیکھنے کو جاتے اور جو فیس اوسکی مقرر ہوتی اور کرتے۔ اور کمال صنعت شیشون کے لگانے میں اوس تصویر کے یہ کی تھی کہ دیکھنے والے کو یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کس مقام سے عکس تصویر دکھایا گیا ہے اور کس حد تک اصلی زمین ہے۔ سچ ہے کہ جو فرقہ سوفسطائیون کا اس عالم کو ایک عالم خیالی مثل خواب کے تصور کرتا ہے اور جملہ وجود اشیاء کو وہی یاد کرتا ہے اوسکے خیال کے لئے ضروریہ تصویر مؤید ہے جیسا کہ کسی شاعر نے خوب لکھا ہے۔

دائے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
یہ پینورا ما اوسی فرنج کاریگر کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے کہ جسے محاصرہ شہر پیرس کا جب جرمن فوج نے محاصرہ اور کیا تھا کہ پینا تھا۔ پیرمین کرنیل فلیپس صاحب کے ساتھ اس پینورا کو دیکھ	

مل ہاے شاہی سلطان روم مصر کے دیکھنے کو کرسٹیل پلےس مین گیا تو مین نے اسے پوچھا کہ جناب یہ تو فرمائیے کہ یہ اہلی محل ہین یا یہ بھی کسی محل شاہی کا پینورا ما ہے جسپر انھوں نے ایک خوب تھقہ لگایا۔ پھر شام کو سیر کر کے ہم لوازار روٹ کو لوٹ آئے اور کرنیل صاحب کو مین لوازار روٹ مین چھوڑ کر سیدھا ندن پہنچا اور اپنے ہوٹل مین آ داخل ہوا۔ چلتے وقت مسٹر فلیس صاحب نے کہا تھا کہ کل مین تم سے وکٹوریا اسٹیشن پر ۱۱ بجے دن کے ملو لگا اور وہاں سے ہم اور آپ جو اسباب خرینا ہے آرمی اینڈ نیوی اسٹور کو جائیں گے یا اور کسی بازار سے خرید لینگے اور بعد خریداری اسباب و کچھ کی سیر کھلیں گے جہاں سہ کار سی توپوں کے بیٹے کا کارخانہ اور سلمہ خانہ شاہی ہے۔ اس کارخانہ مین چونکہ بے اجازت کوئی آدمی نہیں جاسکتا اسلئے کرنیل صاحب نے فرمایا کہ ہمارے بھائی اس کارخانہ مین ایک افسر ہین اونکے ذریعہ سے اجازت آپکو سیر کرنیکی ملجاوے گی۔ مسٹر فلیس صاحب کہتے تھے کہ انفسوس ہکھا اسکا ہے کہ چہنہ بہت جلد پنشن لے لی۔ کاش اگر روز زمانہ تک اپنے کام پر رہتے تو اس سے زیادہ پنشن بموجب توا عد حال کے پاتے اور ایسے ہی جنرل فیڈ صاحب جو ۳۲ برس سے پنشن پاتے ہین وہ کرنیل فلیس صاحب کے بیان آئے ہوئے تھے۔ یہ صاحب کسی زمانہ مین فوج بنگال اعاطہ مین مامور تھے۔ یہ بھی شکایت قلت تعداد زر پنشن کی کرتے تھے مگر اونکے بھی تو فی شل فلیس صاحب کے کچھ کمزور نہیں تھے بلکہ انے ٹھٹھول زیادہ تھے۔

۱۰۔ جون ۱۸۸۶ء روز چار شنبہ۔ آج ۱۰ بجے دن کے مسٹر و ہمش صاحب کے گھر مین گیا تو معلوم ہوا کہ صاحب ممدوح نے منجلہ میری فرمایش کے دور و البور اور پانچ چاقو اور دو قینچیان خرید فرما لیں ہین۔ پھر مین ۱۱ بجے دن کے بموجب توا رواڈ مسٹر فلیس صاحب کے وکٹوریا اسٹیشن پر پہونچا اور وہاں وہ مجھے لے اور مین اونکے ساتھ دہانس آرمی اینڈ نیوی اسٹور

مین گیا اور کچھ اسباب ومان خرید کیا۔ پھر وہان سے سول سروس اسٹور میں ہمارا کرنیل صاحب موصوف کے آیا کہ کچھ اچھی بانات یہاں سے خریدون مگر کوئی بانات مجھے پسند نہ آئی۔ اس میں تیسرا پہر ہو گیا اس لئے کرنیل صاحب کے رخصت ہو کر اپنے ہوٹل میں آیا یہاں مجھے ایک چٹھی مسٹر ایم کیمنس صاحب بہادر کے اسکٹ سے ملی جس سے اونھوں نے مجھے اپنا گھر پر ملا یا تھا۔ ۱۱۔ جون ۱۹۴۷ء روز پنجشنبہ۔ آج میں نے صاحب کتاب ہوٹل کا صاف اور ملے کر دیا اور تعمیل حکم اپنے قدیم آقا کے نصرت کے ۷ بجے ۳۳ منٹ پر صبح کے روانہ اسکٹ ہوا اور ۹ بجے وہان جا پہنچا جناب ایم کیمنس صاحب نے مجھے اسٹیشن پر ہی ملے اور نہایت محبت عزیزانہ و مریبانہ سے اپنے گھر گاڑی میں سوار کرا کے لینگے اور کمال لطف اور محبت سے مراسم مہمان نوازی اونھوں نے اور اونکی جناب لیڈی صاحب نے جو سراسر اخلاق مجسم ہیں ادا فرمائے۔ پہرا دہر اور ہر کی باتیں ۱۱ بجے رات تک ہوتی رہیں۔ اسی سلسلہ بیان میں جناب ممدوح نے یہ ارشاد فرمایا بہتر ہے کہ تم قبل از روانگی ہند کیمبرج جا کر اور سیر کر آؤ اور ایک چٹھی اسی مسٹر کاول صاحب پر و فیسٹر کیمبرج کی مجھے دی۔

۱۲۔ جون ۱۹۴۷ء روز جمعہ۔ کو اپنے آقا کے قدیم ممدوح سے اور اونکی مہربان لیڈی صاحبہ بتا سفت تمام رخصت ہو کر ون کے دو بجے پچیس منٹ پر روانہ لندن ہوا اور ۴ بجے لندن میں پہنچا اور اپنے ہوٹل قدیم میں پہرا کر آرام کیا۔

۱۳۔ جون ۱۹۴۷ء روز شنبہ۔ کو صبح کے وقت میں واسطے دیکھنے کیمبرج یونیورسٹی کے بذریعہ ریل ٹکٹ واپسی لیکر روانہ ہوا اور سو ادس بجے دن کے کیمبرج جا پہنچا اور مسٹر کاول صاحب کے گھر جو پر و فیسٹر زبان سنسکرت کے تھے فوکش ہوا۔ ان صاحب نے اور اونکی لیڈی صاحبہ نے بھی وہ مراسم مہمانداری اور مدارات کے مجھے اجنبی آدمی کے ساتھ

اور فرمائے کہ مجھے بیان نہیں ہو سکتے اور میں اونکا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پھر تھوڑی
 سی استراحت کے بعد پروفیسر صاحب ممدوح مجھے کنگ کالج ٹرنٹی کالج اور کراسٹ کالج میں
 سیر کے لئے لینگے اور انھوں نے کیم ندی کی اور اسکے پل اور کشتیوں کی بھی سیر کرائی جسکے نام
 سے یہ شہر نامزد ہو گیا اور اب ایک ملک کا دارالعلوم بن گیا۔ اس موخر الذکر کالج میں مجھے محمد
 حمید الدخان صاحب صاحبزادہ میرے دوست قدیم مولوی محمد سمیع الدخان صاحب بہادر
 سول جج رائے بریلی ملک اودھ کے لے جو بیرٹری کے لئے اور جی اے ہونے کی تعلیم
 پاتے تھے۔ پھر مین سٹر کادل صاحب سے جدا ہو کر محمد حمید الدخان کے ساتھ ہو گیا۔
 انھوں نے مجھے دہانکا میوزیم دکھایا اور باقی اور جو کالج کہ دیکھنے سے رہ گئے تھے اوکو بھی معائنہ
 کرایا۔ یہ کالج سب ایک ہی غرض کے لئے بنائے گئے ہیں یعنی طلباء یان کے یونیورسٹی میں
 پاس ہوں۔ ایسوجہ سے اونکا ڈول کچھ بہت مختلف نہیں ہے۔ ہر ایک کالج کے احاطہ میں طلباء
 بورڈ روم کے رہنے اور تفریح اور سیر کرنے اور پڑھنے اور کھانا کھانے اور لیکچر سننے کے لئے
 جدا جدا کمرے مقرر ہیں۔ اور ہر ایک کالج کے متعلق ایک ایک باغ اور کچھ سبزہ زار زمین رکھی گئی ہے
 جسکے نیچے طلباء چلپیں پھر مین اور میٹھا کرپتے رہیں۔ پروفیسر کاجون کے اپنے اپنے جدا گراں
 میں رہتے ہیں۔ آج یہاں کشتیوں کی گھوڑ دوڑ ہونے والی ہے۔ بازار میں اس شہر کے بیشتر
 دہی چیزیں فروخت ہوتی ہیں جسکی ضرورت طلباء کو ہوتی ہے سوائے محمد حمید الدخان کے
 اور بھی چند طلباء ہندوستان کے جو تعلیم پاتے تھے مجھ سے ملنے آئے۔ غرض میں شام کو
 یہاں سے ہسٹوٹ کر لندن کو چلا آیا اور اپنے ہوٹل قدیمی میں آکر آرام کیا۔

۱۳۔ جون ۱۹۰۶ء روزیکشنہ۔ آج مین سٹر دہش صاحب کے مگر گیا ۱۴ بجے دن کے آنے
 ملاقات ہوئی دین ٹفن بھی کائی۔ پھر مین مکان پر جناب ایچ ایس ریڈ صاحب بہادر کے

جو میرے قیدی آقا اور محسن تھے گیا جو ہندوستان میں مدتوں تک بھمدہ ڈاکٹر کمری سرستھ تھیں تعلیم اور پھر ممبئی روینوبورڈ مالک مغربی و شمالی ہرنایت نیکنامی سے امور رہے یہ صاحب نہایت مہربانی اور لطف سے پیش آئے۔ میرے حالات سفر اور ہندوستان کے حالات پوچھتے رہے فوٹو کہ مکان جناب ممدوح کا نمبر ۱۲ محلہ کیننگ ٹن میں بلکہ چہ کرا مول ایک ایسے موقع پر تھا جہاں سے کہ ریل جو زمین کے اندر ہو کر جاتی ہے متصل اسکے ٹینشن ریلوے کا تھا اسوجہ سے بوقت آمد و شد ریل کے کان پڑی آواز پاس کے شخص کی نہیں سنائی دیتی تھی بنا چاری بوقت آمد ریل کے باتین آپس میں کرنا موتوں کیا جاتا تھا۔

۱۵۔ جون ۱۹۴۷ء دو شنبہ۔ میں نے وہ اسباب سفر کا انتخاب کیا کہ جسکا براہ برٹنسی لیجانا ریل پر مناسب نہ تھا چنانچہ منجملہ اسکے ایک میز ابتر تھا اور دوسرے کرسی تیسرے ایک پورٹمنٹو جیمین فضول اور لایڈ کپڑے میرے بھرے ہوئے تھے۔ غرض میں ان تینوں چیزوں کے جدا جدا بنڈل بانڈ کر آفس میں گریڈ لی اینڈ کو کے لیکھا کہ وہ اس اسباب کو میرے بسیل اوس جہاز کے روانہ کر دیں کہ جو مسافران لندن کو لیکر براہ تری پٹی متھہ ہوتا ہوا سمندر کی راہ سے جاب ہندوستان جاتا ہے۔ جس کیب میں کہ میں یہ اسباب لیکر بغرض سپردگی گو رز کمپنی گریڈ لی اینڈ کو کے گیا اوسکی چمت پر تو پورٹمنٹو میرا رکھتا۔ اور کرسی اور بچھنا کیب کے اندر میرے پاس رکھتا۔ غرض جب میں آفس میں کمپنی مذکور کے پہنچا تو میں نے کاشٹر کمپنی مذکور کو حکم دیا کہ تم میرا اسباب گاڑی سے اتار کر گو دام میں کمپنی مذکور کے رکھ دو۔ وہ کاشٹر میرے اسباب میں سے صرف پورٹمنٹو جو ادھر گاڑی کے رکھا تھا اوتار لایا اور گاڑی کے اندر کا سب اسباب گاڑی میں ہی چھوڑ آیا۔ جب میں کاشٹر مذکور سے دریافت کیا کہ تم اسباب میرا گاڑی سے اتار لائے تو اسنے کہا کہ ان تب میں نے گاڑی والہ کو اسکا کرایہ دیدیا اور وہ بعد پانے مزدور میری

سی طرف معہ دو ہینڈل میرے اسباب کے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے یہ معلوم ہوا کہ صرف میرا
 رپورٹ نمٹو مکشنر نے اُسارا تھا اور باقی کے دو ہینڈل گاڑی میں ہی چھوڑ دئے جنکو گاڑی بان لیکر
 چلا گیا اسپرٹر میٹھو صاحب گورنر کمپنی مذکور نے اپنا مکشنر پولیس میں رپورٹ کرنے کو بھیجا وہاں
 تھوڑی ہی دیر بعد یہ خبر آئی کہ اسباب مذکور کو پولیس نے راستہ میں گاڑی پر گرفتار کر لیا ہے اور
 صاحب اسباب کو پولیس نے واسطے لینے اسباب کے طلب کیا ہے چنانچہ میں اسی وقت دفتر میں لوں
 کے گیا تو دیکھا کہ میرا اسباب گم شدہ وہاں موجود ہے جسکو میں نے شناخت کیا اور تین ٹلنگا مجھے
 بابت خرچ گرفتاری وغیرہ کے لئے گئے اور اسباب میرے حوالہ کیا گیا۔ حالانکہ جب سٹر میٹھو صاحب
 نے رپورٹ گم شدگی میرے اسباب کی پولیس میں بھیجی تھی تو مجھے نہ نام کو چوان کا معلوم تھا
 نہ نمبر گاڑی کا۔ صرف اتنا جانتا تھا کہ رنگ ادس گاڑی کے گھوڑے کا گھیت تھا۔ پھر میں نے
 وہ دو ہینڈل حوالہ کمپنی گریٹڈ لی اینڈ کو کے کر دئے تا وہ اونکو جانے کے ذریعہ سے روانہ جانب
 ہند کر دیں۔ حال گرفتاری اسباب اسطرح معلوم ہوا کہ جب پولیس محافظ بازار نے میرے اسباب کو
 خالی گاڑی میں کئی میل دور گریٹڈ لی اینڈ کو کی دوکان سے جاتے دیکھا تو اسکے کو چوان سے پوچھا کہ
 یہ مال کس کا ہے جو اسطرح تو لئے جاتا ہے اوس نے سب حکایت میرے اسباب کے بچانے اور گاڑی
 میں رہ جانے کی اور میرے اتر جانے کی بیان کی اور اپنی لاعلمی ادس اسباب کے رہ جانے سے
 اندر کیسے ظاہر کی کیونکہ وہ کوچ یکس سے کیب کے اندر کا حال نہ دیکھ سکتا تھا اور بوقت اُسارنے
 اسباب کے وہ کوچ یکس سے نیچے بھی نہیں اُترتا تھا۔ اسپرٹر پولیس نے ادس سے زیادہ تعرض
 نہیں کیا تھا۔ صرف بغرض احتیاط ایک مچھلکے ادسکی حاضری کا بوقت طلب لکھا لیا اور نمبر گاڑی کا
 معلوم کر لیا تھا۔ لیکن پولیس نے ادس کو چوان پر اسوجہ سے مقدمہ فوجداری قائم نہ کیا کہ جب
 وہ کہہ کہ پورا اپنی گاڑی کا پچھتا تھا تو اس سے ضمانت ثبوت اسکا ہوتا تھا کہ کو چوان نے

اپنی خدمت ایسا نداری سے ادا کی۔ اور جو اسباب اوسمین رہ گیا وہ نتیجہ غفلت کشتہ یا مالک مال کا
تھانہ اوسکا ورنہ وہ کیون علانیہ اوس مال کو سر بازار اپنی گاڑی میں دھڑے لئے جاتا۔ یادہ بکریہ
لئے اگر اس مال کو لیکر گاڑی لیجاتا تب ابدتہ او سپر الزام بدیتی سے لیجانے مال کا عاید ہوتا۔

پھر مین جناب سر ولیم میور صاحب بہادر کی خدمت میں بمقام انڈیا آفس گیا بعد از گفتگو نے لطف
اور شفقت آمیز و اخلاص و مسافت مفارقت میری فرمایا کہ کل تم مجھے پہر ملو اور اسکے قبل مسٹر ایچ ایس
ریڈ صاحب بہادر سے مل آنا۔ اور کل ہی جناب نار تھہ بروک صاحب سے تمہاری ملاقات کرائی جاوے گی

۱۶۔ جون ۱۸۸۶ء روز شنبہ مین آج پہلے گرینڈ لی اینڈ کو کمپنی کے آفس میں مسٹر میٹھو صاحب سے
ملاقات ہو اور مسٹر ریڈ صاحب موصوف کے گھر پہنچا دیا ان صاحب مددج نہ ملے اوسکے وہ صاحبزادہ فرجوان

ملے کہ جو میرا کالج الہ آباد میں قانون کی تعلیم کے پروفیسر ہیں اور اب علیل ہو کر بیان آئے ہیں انہوں نے
کہا کہ پاپا ہمارے اسٹ گئے ہوئے ہیں اور وہ ان سے ایک ہفتہ میں واپس آویں گے

بعد اسکے مین وہاں سے انڈیا آفس میں جب الطلب جناب سر ولیم میور صاحب بہادر کے گیا۔
جو راہ میں سر بازار مجھے وہ اکیلے پایادہ جاتے ملے اپنا درسی بیگ لاٹھی چھتری باران کوٹ۔

سب اپنے ساتھ لیجاتے تھے کسی کو کر کے یا حمال کے محتاج نہ تھے۔ جیسے کہ امرے ہندو اسی
دولت اور حکومت پر ایسے نازان اور مغرور ہو جاتے ہیں کہ قدم بھر پیادہ زمین پر چلنا اپنی کسر شان

جانتے ہیں سو اسکا ولایت انگلستان میں ذکر ہی نہیں ہے چنانچہ صاحب موصوف نے دو چار پٹن
کا تازہ میوہ بازار سے خریدا اور اپنی درسی بیگ میں رکھ دیا۔ پھر میری ملاقات صاحب موصوف نے

انڈیا آفس میں جناب سر مانٹ گمری صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر سابق پنجاب اور جناب سر ایڈرین
بہادر لفٹنٹ گورنر سابق بنگال سے کرائی جو ممبر کونسل وزیر ہند کے تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے

کمال مہربانی اور لطف سے میرے حالات گذشتہ و حال اور وجہ سفر کو دریافت فرمایا میں نے

میل تذکرہ اپنے دو بیٹوں کے گم جانے اور پہرہ لگانے کا جیسا کہ کل وقوع میں آیا تھا بچہ
 سرمانٹ گمری صاحب بہادری سے کیا اور لندن کے پولیس کی تعریف دیانت و مستعدی و
 ہوشیاری جیسی کہ میں ہندوستان سے منکر گیا تھا بیان کی کہ فی الحقیقت یہ ہی ایک پولیس
 لندن کا ہے جو اپنے فرائض منصبی کو جسکے لئے مامور ہوا ادا کرتا ہے بخلات ہمارے پولیس ہند
 کے کہ وہ اور مقدمہ کو خواب کر دیتا ہے اس پر صاحب ممدوح نے میرے قول کی تائید فرمائی اور کہا
 کہ انجی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ہماری بھی جیب سے گٹھا کنجیون کا بازار میں کین کر گم گیا تھا جسے اسکی
 رپٹ پولیس میں لکھا دی چند روز بعد پولیس سے یہ کو خبر ملی کہ وہ گٹھا کنجیون کا تمھاری مل گیا۔
 معلوم ہوا کہ اسکو بازار کی شرک پر کسی بوڑھے آدمی نے پایا تھا جس نے اسکی خبر فوراً پولیس کو دی
 پولیس نے تب پتہ مالک مال کا اصل رپٹ گم شدگی سے لگا کر وہ گٹھا اسکو پہنچا دیا۔ کیونکہ جب
 گٹھا گم ہوا تھا تو اسکی خبر بچو کیون پر پولیس کے ذریعہ تار برقی کے دیدی گئی تھی۔ اگر چہ
 ہند کے کسی شہر میں ایک گٹھا سباب کا بھی اگر گاڑی سے گر پڑے تو اسکا پتہ لگنا از قیامالات
 ہو جاتا ہے۔ خوش نصیبی اہل لندن کی کہ جان اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایسا اچھا
 پولیس اور اوس سے اچھا پوسٹ آفس کا عملہ ملا جسکی تعریف ایک عالم میں ہے ۳۲ بچے دن
 کے مجھے جناب سر ولیم میور صاحب ممدوح دفتر سے اپنی لیڈی صاحبہ سے رخصت کرانے
 اور مینا بازار کا تماشا دکھانے کو جو انکے دولتنا نہ پر منقہ ہوا تھا لینگئے اور وہاں میں جناب لیڈی
 صاحبہ کی خدمت سے مشرف ہوا اور پہر لیڈی صاحبہ نے اپنی ہوسے اور اپنی بڑی صاحبہ کو
 سے جو لیڈی سٹرو صاحب بہادر مرحوم کی ہیں اور اور بچوں سے اپنے ملایا اور پہر جو
 لیڈیان اوس مینا بازار میں تشریف لائیں تھیں شل لیڈی باب ہوس صاحب وغیرہ
 کے اوسے بھی میرا تعارف کرایا لیڈی لو صاحب نے میرے حال اور میرے خاندان کی خصوصیات

اپنے خاوند مرحوم کے ساتھ معلوم کیا تو بہت لطف اور محبت سے اپنا کارڈ دیکر مجھے فرمایا کہ تم کل مجھے میرے مکان پر ضرور ملنا۔ اس مینا بازار میں دستکاریاں لیڈی صاحبہ کی خرید و فروخت ہوتی تھیں اور جو روپیہ ادکنے ٹھن کا آتا تھا اس کا ایک کار خیر میں دیا جاتا قرار پایا تھا۔ اب اس ملک کی لیڈیوں کے خیالات عالی اور خیر آمیز قابل غور ہیں کہ انھوں نے مینا بازار کو کس غرض مفید عام اور خیر کے لئے منعقد کیا جس سے ملاقات احباب ہو اور باہم زیادہ محبت ہو۔ اور دستکاری عورت کو ترقی ہو اور غریب آدمیوں کی پرورش ہو۔ مجھے جناب لیڈی میو صاحبہ نے ایک خوشخط تعلیم لکھی ہوئی ایک لیڈی صاحبہ کی ملاحظہ کرائی جس میں اُن لیڈی صاحبہ نے ۶-۷ زبانوں میں چند آیات انجیل کو تحریر کیا تھا۔ اگر جناب لیڈی میو صاحبہ کو جو کتب اوس ورق کی تھیں گو کئی مہارت چھ سات زبانوں میں نہ ہو مگر ادراک نقل ہی کرنا آیات کا ایسی خوشخطی کے ساتھ کیا کچھ کم تعریف کے قابل ہے۔ اوسے مینا بازار میں سے مجھے چند تعلیمات جنکو لیڈی صاحبہ نے تحریر کیا تھا جناب لیڈی میو صاحبہ نے عطا کیں اور میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے ہوٹل کو آیا۔

۷- جون ۱۸۸۴ء روز چہار شنبہ۔ آج میں حسب وعدہ جناب لیڈی میو صاحبہ کے ملز کو ریل پر چیرنگ کر اس اسٹیشن سے ادکنے محلہ کو روانہ ہوا مگر نام اسٹیشن کے نہ معلوم ہونیسے کبھی اُن اشتہارات تجارت میں کہ جسے تمام دیوار اسٹیشن لپی ہوتی ہے اور ایک انچھ بھی سطح دیوار خالی نہیں دکھائی دیتی۔ اور کہیں بہ سبب تھوڑے ٹھیرنے ریل کے جو ۳-۴ منٹ سے زیادہ قیام نہیں کرتی۔ کبھی ایک اسٹیشن آگے اپنے اسٹیشن مطلوبہ سے جا اترتا اور کبھی ایک اسٹیشن پیچھے ہی اتر جاتا۔ گو آخر اسٹیشن مطلوبہ پر اترتا مگر اس ہی تردد میں اترنے چڑھنے کے اتنی دیر

مجھے لیڈی موصوف کے گھر جانے میں ہو گئی کہ وہ میرا بہت انتظار فرما کر کہیں کسی دوست کی ملاقات کو مایوس ہو کر جلیگٹین تھیں۔ میں وہاں سے ہسپتال ویسٹ منسٹر برج پر دریا سے ٹیمپس کے پہنچا اور کشتی دفانی جو سیر کرنے والوں کیلئے دہان موجود رہتی ہے اور شل ریل گاڑی کے ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک جو کنارہ دریا سے مذکور بنے ہوئے ہیں اور اوقات معین پر وہ کشتیاں چلتی ہیں سوار ہوا اور لندن برج تک سیر دریا سے مذکور کی کر آیا۔ پھر اس سیر دریا کے بعد میں انڈیا آفس میں پہنچا اور جناب سر ولیم میو صاحب سے اجازت جانے ہند کی حاصل کر گریڈ لی ایڈ کو کہنی کے آفس میں آیا وہاں اپنا حساب کتاب رد پیہ کاٹے کیا اور تینوں بند لون کو ذریعہ جاز کے جو سمندر کی راہ سے سوئیز جاتا تھا روانہ کیا اور اس طرح جناب مسٹر دہش صاحب در کے گھر گیا اور اون سے اور ان کے بھائی صاحب اور چچا صاحب اور ریورنڈ ڈپٹی صاحب اور ان کی لیڈی صاحبہ سے متعارفانہ خست ہو کر اپنے ہوٹل میں آیا۔ ۱۸ جون ۱۸۸۴ء پنجشنبہ۔ آج میں جب وعدہ لندن برج اسٹیشن ریلوے پر سوا دس بجے واسطے ملاقات کرنیل فلیس صاحب کے پہنچا جو اس وقت لوا تار وڈ سے تشریف لائے تھے پھر ان کے ہمراہ گریج پہنچا جان سے کتب جغرافیہ میں طول بلد کا شمار ہوتا ہے اور کڑہ میں پرا دسی مقام سے طول بلد کے خط قایم کئے گئے ہیں۔ پھر وہاں سے دلچپہ پہنچا اس مقام پر تو بہا سرکاری ڈھالی جاتی ہیں اور گولہ طرز جدید کے بنائے جاتے ہیں اور اسلحہ کا فوج سرکاری کے لئے ایک میگزین بنی مخزن جمع رہتا ہے۔ اس میگزین میں اگر ملاحظہ سامان جزئیات فوج سواروں کا کیا جائے تو یہ مخزن اور تو بڑہ اور باگ ڈور تک سامان گھوڑ دین میں ملاحظہ فرمائیے گا اور ایسے ہی فوج پیدل کے لئے ذرا ذرا سے اسباب ضروری طیار و موجود پائیے گا۔ میں نے سواے اور اقسام کی توپوں کے ایک قسم کی توپ کلان قلعہ شکن آستی

ٹن کی ایسی ساخت ہوتے دیکھی کہ جسکا گولہ آٹھ میل کے فاصلہ پر جا کر جہاز کی دیوار آہنی مین
 قریب ایک فٹ کے گٹس جاتا ہے اور پھٹ کر بڑے سے بڑے جنگی جہاز کے ٹکڑے
 اوڑا دیتا ہے اور گولہ اس توپ کا مثل گولی بندوق ہنری مارٹن کے ہوتا ہے جسکا تین چار
 فٹ سے کم طول نہیں ہوتا اور عرض مین بھی اوسکی گولائی کا قطر ایک یا ڈیڑ فٹ سے
 کچھ کم نہیں ہوتا اور صورت اوسکی مخروطی شکل گاہر کے ہوتی ہے اور اندر سے وہ گولہ خالی
 ہوتا ہے حسین اور صالحہ اور پھری وغیرہ کے ٹکڑے بھرے جاتے ہیں۔ جس سے بوقت
 بھٹ جانے کے لوگ مجروح ہوتے ہیں۔ اسی قسم کی مینے تو مین جزیرہ مالطا اور بندر
 جبرالٹر مین مورچوں مین نصب دیکھی تھیں جسے کوئی جہاز کسی گورنمنٹ کا بوقت لڑائی کے
 اوس راہ سے بحر روم میں جاسکتا ہے نہ آسکتا ہے گویا اس مالطا بندر کے قبضہ کر نیسے اور
 ایسی توپوں کے لگانے سے سارا سمندر بحر روم کا اور جو چھوٹے سمندر اوس سے ملتے ہیں وہ سب
 قابو مین سرکار انگلشیہ کے ہو گئے اور وہ وہ آلات آتشبار اسلحہ خانہ سرکاری دیکھو اور میوزیم
 مین دیکھ گئے کہ جسکے جوڑے کسی دولت غیر قوم مین علی وجہ الارض دیکھنے کو میسر نہیں آتے
 مین اور وہ وہ جنگی جہاز سرکار انگلشیہ کے مستعد اور طیار کناروں پر سمندر کے کٹے اور چلتے
 پھرتے نظر آئے کہ جسے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری سرکار انگریزی کو تمام سمندر کی بادشاہت
 اور حکمرانی حاصل ہے۔ کوئی سلطنت دنیا کی بمقابل اس کے دعوی جہاز رانی نہیں کر سکتی اور نہ
 بحری طاقت کا دم بھر سکتی ہے۔ حج کی تیاری اس کارخانہ مین گیارہ ہزار آدمی کام کرتا تھا۔
 اور اس استعداد اور محنت سے کام ساخت توپوں اور گولوں جدید قسم کا اور کار تو سون کا
 ہوتا تھا کہ سمجھ سے باہر ہے۔ علاوہ ان مزدوروں کے متعدد اسٹیم انجن کام کر رہے تھے۔ پولانی
 قسم کے مددگار فوج کئے جاتے تھے۔ غرض اس کارخانہ کی سیر کر کے جس سے اصل

ن اور طاقت ہماری گورنمنٹ کی ظاہر ہوتی ہے ہمراہ کرنل صاحب موصوف کے لندن آیا اور اپنے ہوٹل کو روانہ ہوا اور کرنل صاحب ممدوح اپنے قصبہ لوآر ناروڈ کو بعد از اظہار کلمات تفتت و تاسف آمیز تشریف لینگے۔

۱۹۔ جون ۱۸۸۶ء جمعہ۔ آج میں اپنے ہوٹل سے ۶ بجے ۱۵ منٹ پر بمقام چرنگ کراس اسٹیشن ریلوے کے پونچا اور ایک ٹکٹ درجہ اول کا بقیعت ۹ پونڈ ایک شلنگ ۶ پینس کے تاشہر وینس خریدا۔ اور ۷ بجے ۳۰ منٹ پر ریل پر سوار ہو جانب ہند براہ ڈور روانہ ہوا۔ راہ میں جو شہر یا قصبے تاڈور مجھے نظر آئے وہ ب شاداب صاف اور خوش قطع تھے کسی کسان کا بھی گھر بے باغیچہ یا خانہ باغ کے نہ تھا۔ سب ٹرکین صاف اور آراستہ پائین کوڑہ یا میلے کا انبار مثل ہندوستان کی بستیوں کے یا گردن کے پاس نہ تھا۔ غرض دس بجے کے بعد ہم ڈور میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر آرام کیا جو حکومت ددلت انگریزی کی ہے اور آگے اسکے آگے آئے ڈور ہے۔ اور یہ بستی لندن سے ۴۷ میل دور ہے اور آبادی اسکی بقدر ۸۵۵۰۶ ہے ہمارے جود کے لئے ایک چھوٹا سا اسٹیمر اسی آگے میں پہلے سے موجود تھا جسین جنبش بہت نمی جس سے مسافروں کے جی بہت متلائے اس آگے ڈور کے پار شہر کالی جو عمارتیں فرانس میں ہوا اور اس آگے کا عرض ۲۲ ۱/۲ میل ہے۔ غرض ہم اوس اسٹیمر پر سوار ہو کر دو گھنٹہ کے عرصہ میں پار جا پونچے۔ جہاں قلعہ کالی ہے۔ آبادی اسکی ۱۲۵۷۳ آدمیوں کی ہے اگرچہ بیان بھی ایک خوبی اور صفائی پائی جاتی ہے مگر وہ رونق جو ڈور میں ہے وہ بیان نام نشان کو بھی نہیں۔ بیان ہمارے پونچنے سے پہلے ایک ریل گاڑی طیار کٹری تھی ہم جاتے ہی اوس پر سوار ہو گئے اسوقت ۱۲ ۱/۲ بجے ہو گئے زمین میں یہاں کی چونہ کی سی کوئی شے سفید پائی جاتی تھی۔ سفری ڈور کی سی بیان تھی جان مجھے اسٹیمر میں بھی جاڑا لگتا تھا۔ کمیٹ گیون اور مشر اور لوبیکے

خوب سرسبز مثل انگلستان یہاں بھی نظر آتے تھے اور پھول بھی اوسکے زرد و سرخ آودے
 آکھونین خوب خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ آدمی میان کے مثل انگلستان خوشحال نہ تھے برفلا
 انگلستان کے۔ عورتیں اور لڑکیاں یہاں ننگے پاؤں غریبوں کی پہرتی نظر آئیں۔ آبپاشی
 نہروں سے اس ملک میں بھی خوب ہوتی ہے۔ مٹرکین بھی یہاں کی صاف پائین اور درخت
 حاشیہ مٹرک کے خوش قطع بنے پائے اکثر وہ اس صورت کے تھے۔



اگرچہ جنگل یہاں کے ہرے بھرے تھے مگر جتنے جتنے ہم قریب پیرس کے ہوتے جاتے تھے۔
 اوسقدر جھوٹے مٹرکین زیادہ صاف اور ملک سرسبز اور ہر رونق نظر آنے لگا گھوڑوں سے یہاں بھی
 مثل انگلستان ہل چلائے جاتے ہیں۔ راستہ میں جو جو شہر اور قصبے دکھائی دیئے اوسکے
 بھی گلی کو چے اور راستے صاف اور مکان باقرینہ اور خوش وضع معلوم ہوئے۔ راہ میں ایک
 مقام پر ہکولند سے ۲۰۵ میل دور ایک شہر امنیس نام ملا جسکی آبادی ۵۰۰۰۰ تھی اور ایسی
 ہی ایک جگہ دیکھا کہ سنگ سفید ایک کان سے لوگ نکال رہے ہیں۔ ہماری ریل ۶ بجے شام
 کے جب کچھ دن باقی تھا شہر پیرس میں پھونچی۔ اور میں ۷ بجے شام کے نارمنڈی ہوٹل
 میں پہنچا اور ایک کمرہ خوب خوانی کے لئے بکرا یہ ۳ فرنگ کا یومیہ کے لیا اور خرچ خوراک وغیرہ کا علیحدہ
 کافی بروم میں ادا کیا یہاں کا سنگ انگلش سکتے سے کچھ مختلف تھے اور نام اوسکے سینٹ مٹر۔ فرنگا۔
 پنولین ہیں۔ جسکی صحت مقدار کتاب ہینڈ بک مٹر شیرٹ صاحب میں درج ہے۔ یہ ہوٹل
 عین شام عام پر وسط شہر میں واقع ہے۔

۲۰۔ جون ۱۸۸۰ء روز شنبہ۔ آج میں نے یہاں قیام کیا اور ایک گاٹی یعنی رہنما اپنی ہمراہی
 کے لئے باجرت بارہ تنگ فی یوم کے مامور کیا۔ پہلے یہاں کا میوزیم دیکھا جسکے کمرہ نہایت خوبصورت
 معلوم ہوئے۔ اور تصویروں میں بھی یہاں کی لندن کے میوزیم کے تصویروں سے اچھی تھیں۔ چنانچہ

۷ ہزار روپیہ کی قیمت کی بیان ایک مومی تصویر نظر آئی جسکی خریداری سے سنا گیا کہ اہل انگلستان
 مجبور ہو گئے تھے مگر مجھے اسکا سبب نہیں معلوم ہوا کہ تصویریں بالعموم یورپ میں کیوں برہنہ
 جسم کی بنائی جاتی ہیں۔ ظاہر آجکل یورپ میں فن مصوری کی طرف بالعموم لوگ بہت رغبہ
 معلوم ہوتے ہیں اور نہایت اس فن کی قدر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک آدمی بہت بہت روپیہ خرچ
 کر کے اپنے گھر کی آرائش اونے کرتا ہے۔ کوئی گھر تصویروں سے خالی نہوگا۔ اس میوزیم میں
 اون آثار قدیمہ زمانہ گذشتہ کو دیکھ کر جو بصورت تابوت قبور یا خنوں سے برآمد ہوئے۔ اور
 ان عمارت کمنہ کے ٹکڑے یا کتا پتہ قبور وغیرہ یا صاف موزیم سے مدفون برآمد ہوئے آدمی کو
 ایک عبرت پیدا ہوتی ہے اور کتب تاریخ کی تصدیق ہوتی ہے سیر کرنے میوزیم لندن اور پیرس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ فن تراشی بہت قدیم عرصہ سے دنیا میں مروج ہے اور اچھے اچھے
 کامل دست اس فن کے آدمی گذر چکے ہیں اور اب زمانہ ادنیٰ تکمیل کا قریب آگیا ہے اور
 ایسے ہی فن مصوری اپنے حد کمال کو پہنچا چاہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میوزیم میں پیرس کے
 بہت سے آدمی نقل شبیوں کی کٹڑے پٹیل سے کھینچ رہے ہیں اور ایسے ادبین مھو ہیں
 کہ انکو کچھ خیر نہیں ہے کہ کون وہاں آتا ہے اور کون جاتا ہے پھر میں بیان سے بڑے
 گرجے میں گیا جسکو جواب ویٹ منسٹرا بھی کا کہنا چاہیئے وہ بھی قابل دید ہے۔ پھر میں
 دارالعدالت میں گیا جو ایک نہایت عالیشان عمارت ہے جس میں کمرے اجلاس حکام بڑے
 بزرگ اور احتشام کے بنے ہوئے ہیں۔ جہاں بڑے بڑے گون پھنے بیرسٹر لوگ بھر رہے تھے
 عمارت ہوس آف کانس اور ٹون ال بھی میانکی متابل سیر میں۔ پھر میں نے اس محراب کو دیکھا
 جو یادگار فتح ہونا پارٹنرولین میں بنائی گئی ہے جسکے نیچے سے ۱۲-۱۴ سڑکین اطراف و جنوب
 کو گئی ہیں۔ نسبت بلندی اس محراب کے میٹر کشنریہ کہتا تھا کہ اسکی برابر کوئی محراب بلند

دنیا میں نہیں ہے اور اسی محراب سے آگے کچھ دور ایک اور مینار میں نے دیکھا جو نہایت خوبصورت
ایک نہایت اچھے موقع بلند پر بنا ہوا تھا جس کے آگے ایک خوشنما باغ واقع تھا لوزمین پر واقع تھا
جس کے تختے درجہ بدرجہ نیچے ہوتے دیاے سین کے کنارہ تک پھونچے تھے اور یہ دریاے سین
وہ ہے کہ جو بیچ میں سے شہر پیرس کے گزرا ہے اور صد ہزار اکشتیان انواع و اقسام کی
دو دکش بادی اور پتوارہ سین خوبصورت ہر وقت چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور انھیں کشتیوں میں
ایسی بھی چند کشتیاں ہیں کہ جن میں حمام گرم پانی کے نہانے کے لئے موجود رہتے ہیں اور یہ کرلے
کے لئے ہزار کشتیاں پھر کرتی ہیں۔ بلندی اس مینار کی جو ششہ میں تعمیر ہوا پچاسی گز کی ہے
اگرچہ اس مینار پر سیڑھیاں سے راستہ جائیگا ہے مگر لفٹ سے آسانی اور سپر کر نیوالے
پرچہ جایا کرتے ہیں جہاں سے تمام شہر پیرس کی آبادی نظر آتی ہے۔ اور اسی مینار کے متصل ایک
عمارت بصورت نصف دائرہ کے مثل البرٹ ہال لندن کے نہایت اچھی بنی ہوئی تھی اور اس
باغ سے جوڈ ہالوزمین پر کنارہ دریاے سین کے ہے اور فارون سے باغ مذکور کے اس
عمارت کا حسن دو چند ہو گیا تھا۔ میں بھی ایک شلنگ دیکر اس مینار پر ذریعہ لفٹ کے چڑھا تھا
اور تماشا تمام شہر پیرس کا دیکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ مغرب اور شمال میں تھوڑی دور تک آبادی
اس شہر کی ہے مگر اوسکے پیچھے ایک اور آبادی نظر آتی تھی جہاں ایک قلعہ بھی بنا معلوم ہوتا تھا
جنوب میں بھی اسکی آبادی بہت دور تک نہ تھی مگر مشرق میں دور تک آبادی اس شہر کی دکھائی
دیتی تھی۔ اور مغرب میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جن پر کچھ کچھ آبادی کے نشان پائے جاتے
تھے۔ جب میں سیر اس مینار اور باغ وغیرہ کی کرچکا تو دریاے سین میں ایک کشتی دفائی پر
سوار ہوا اور دو تک شہر کا تماشا دیکھا۔ جہاں تک میں نے ذریعہ امنی بس اور ٹیل اور کشتی
وغیرہ کے اس شہر پیرس کو دیکھا تو مجھے درمیان اسکے اور لندن کے یہ فرق معلوم ہوا کہ اوّل

یادی اسکی (جو لندن سے ۲۸۶ میل دور ہے) بہ نسبت لندن کے قریب نصف یا دو خمس کے ہرگز
 کیونکہ آبادی روز افزون لندن کے درمیان ۴۵ لاکھ اور ۵۰ لاکھ کر ہے اور یہاں کی آبادی
 ۱۹۸۸۷۴ ہے۔ دوسرے اگرچہ عمارت اس شہر کی مثل عمارت لندن کے خوشنما اور صاف
 اور خوش قطع ہے مگر بلندی میں لندن کی عمارت سے کم ہے۔ پیسے کو بچے اور راستے بازار پس
 کی بہ نسبت لندن کے زیادہ وسیع اور خوشنما ہیں اور وہ بیٹیر بھاڑ بیان نہیں ہے۔ لندن سے زیادہ
 خوبی یہاں کی بڑی سڑک پر جہاں بس اور ٹریک و سی وغیرہ چلتی ہے یہ ہے کہ دونوں طرف
 یہاں کی سڑک کے بیرونی حاشیہ پلیٹ فارم سنگین پر قطار درختوں سایہ دار کی دوسری لگی ہوئی ہے جسکے
 سایہ میں پیادہ پا آدمی چلتے ہیں اور کرسیوں پر جو پلیٹ فارم پر جا بجا بھی ہیں آرام سے بیٹھتے ہیں
 اور پھر اونہیں درختوں کے سایہ میں جا بجا بس سڑک مکانات استراحت اور اخبار دیکھنے اور سیر
 کتب کے لئے پچاس پچاس قدم پر بنے ہیں اور انکے ہی متصل مکانات رفع حاجات کے موجود
 ہیں جسے مسافروں اور سیاحوں کو مخصوص جو غیر ملک کے ہیں بہت آرام ملتا ہے۔ اور جو دوکانیں
 کمران پلیٹ فارم (جو ترون) پر بڑی سڑک کے بنے ہیں انکے سامنے نہایت خوشنما اور عمدہ
 قسم کے برآمدے نشست اور ٹین اور لکڑی کے ستون ہائے رنگارنگ پر بنے ہوئے ہیں اور
 انکے نیچے اچھی جدید فیشن کی کرسیاں اور چھوٹی چھوٹی میزیں سنگ مرمر وغیرہ کی بھی ہیں جنہر
 سیاح جسکے جی میں آئے وہ بیٹھے اور وہیں کھانا کھاوے اور آرام کرے۔ یہ بات کمین لندن
 کے کسی بازار میں ہنسنے نہیں دیکھی۔ یہاں کی اکثر سڑکیں کھلی اور ہوادار اور چھٹش آدمیوں سے
 صاف پائین۔ جو تھے جو لندن میں پارک درمیان آبادی شہر کے بنی ہوئی ہیں وہ یہاں نہیں
 پاسے مگر ان کمین کمین سایہ دار درختوں کے نیچے کچھ نشیمن ملاقات اجاگے دیکھے جان خوب
 سبزہ اور فوارہ چلتے ہیں اور کرسیاں بڑی ہیں پانچویں گنبدوں پر اور چھتوں پر یہاں کی کام زکا کی

بہت رواج ہے۔ چٹھے یہاں شرابخواری اور عیاشی اور خوش پوشاکی اور اخلاق نمایشی و بہت کثرت ہے۔ میوہ جات کی میان بمقابلہ لندن کے کثرت ہے اور ازانی بھی ہے۔ ساتویں جیسے آدمی لندن میں مصروف اپنے اپنے کاروبار کے ہیں اور اسکے سوا اد کو کچھ کام نہیں ہے وہ مصروفیت یہاں کے لوگوں میں خواب و خیال ہے۔ آٹھویں تجارت کی بھی یہاں گرم بازار سی نہیں ہے۔ نویں شہر لندن میں جو کثرت ریلوے برروسے زمین دزیر زمین چلتی ہیں وہ یہاں دیکھنے کو نہیں ہے اور نہ وہ تیز رفتاری عام میل میں ہے۔ دسویں انتظام یہاں کی سلطنت کا بطورینوسپلکٹی مینی برہول برمی پبلک سے خاندان شاہی کو یہاں انتظام ملک میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ یہاں اسکا وجود ہی نہیں اور ملک بے بادشاہ کے مثل جسم بے سر کے ہوا کرتا ہے۔ مناسبت کے انتظام ملک کا ذریعہ ممبران پارلیمنٹ ہو۔ اور بادشاہ بھی اپنے سرپرست رہے نہ یہ کہ خود بادشاہ ہی خود مختار ہو۔ گیارہویں آدمی یہاں کے حسین خوش رنگ خوش ڈول ہوتے ہیں مگر خدا پرستی سے بالکل معزاً۔ چنانچہ آج ہی کا ذکر ہے کہ مسٹر چارلی میرے کشتی ہرلہی رہنا نے جب میرے کلام میں بوقت گفتگو خدا تعالیٰ کا نام چننا بارٹ نا تو مجھے متعجب ہو کر پوچھنے لگا کہ آپ اپنے چال چلن اور صورت اور وضع سے تو جنٹلمین ثابت ہوتے ہیں مگر نہیں معلوم کہ کیسے آپ اب تک وجود ذات باری کے قائل ہیں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے حسن ظن کا شکور ہوا مگر آپ فرمائیے کہ اس باب میں آپ کا کیا عقیدہ ہے وہ بولا کہ میں کیا یہاں کا کوئی جنٹلمین تعلیم یافتہ معتقد وجود ذات خدا تعالیٰ کا نہو گا مجھے یہ کلمات سن کر پسینا آ گیا۔

بارہویں کارخانے و مشکاریوں کے یہاں کم پائے جاتے ہیں اور غالباً بمقابلہ لندن کے اٹھارہویں سے بھی یہاں کام کم لیا جاتا ہے۔ تیرہویں عورت و مرد میان کے اپنی پوشاک پر بیشتر ایک نیلے یا سفید کرتہ مصروف کی طرح پہنے رہتے ہیں کہ جس سے ہل لباس میلانو شاید کہ استعمال اس کرتہ بنی اسرائیل کا انھوں نے اپنے ہمسایہ مصریوں سے سیکھا ہو۔ چونکہ میں چلنے پھرنے سے

ٹھک گیا تھا اسلئے میں اپنے ہوٹل میں چلا آیا اور کھانا کھا کر آرام سے سو رہا۔ آج سے مین اپنے کشتی کی مفت ایک اسلیپنگ کار شہر ٹورن تک دو پونڈ ۳۴ پنی فرانسیسی کو اپنے لئے کر لیا۔ ۲۱ جون ۱۹۵۸ء روز یکشنبہ۔ دن کو پھر شہر و بازار و عمارات مشہور کی سیر کی اور شام کو ۵ بجے دن کے لائن ریلوے اسٹیشن پر پہونچا اور اسلیپنگ کار پر سوار ہوا اسی وقت کی ٹرین میں جانب شہر ٹورن و طمان روانہ ہوا اور ۳ بجے رات سے ریل ہمارے علاقہ کو ہستان میں گزرنی شروع ہوئی۔ جہاں برف ہمیشہ جمی رہتی ہے۔ وہاں ایک وادی طویل واقع تھا جسکا عرض کمین دو میل اور کمین اس سے بھی کم تھا اور چشے اس برف کے پہاڑوں سے جا بجا جا بجا تھے اور وہ میدان درختوں سے سرسبز و شاداب سے جنگل بن گیا تھا۔

۲۲ جون ۱۹۵۸ء روز دوشنبہ۔ آج صبح کو میں نے گاڑی کا کوڑکھو لکر دیکھا تو ہماری ریل اسی علاقہ کو ہستانی میں جہاں چھوٹے چھوٹے پہاڑ برف کے ہیں ویاں اس شاداب وادی میں نظر آتے تھے گزر رہی تھی۔ پہر ایک جھیل انہیں پہاڑوں میں نظر آئی جو بالکل مشابہت بنی تال کے تھی۔ یعنی چاروں طرف سے اس کے پہاڑ محیط تھے۔ یہاں سردی کی وہ شدت تھی کہ گو مین جاڑے کے پتے اونچی پہنے ہوئے تھا اور اوپر سے اسٹروٹھے ہوئے تھا مگر شدت سرما سے ہاتھ پاؤں کے دستانہ اور ہاتھ بین انگلیاں سن ہوئی جاتی تھیں۔ اگرچہ ہلو اس ملک میں بھی آبادیاں بہت پاس پاس نظر آئیں اور نہرین آبپاشی کی بھی بکثرت پائی گئیں۔ مگر اسٹیم انجن جیسے کہ انگلستان میں بیشتر دیات و قصبات میں کام کرتے نظر آتے تھے وہ یہاں نہیں پائے گئے۔ پانی بکثرت اس ملک میں پایا گیا مگر بھی پائے نظر آئے کہ جبکہ گرد پانی بھرا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس پانی سے زراعت کو خوب فائدہ تھا مگر صاف مفہوم ہوتا تھا کہ یہاں کے آدمی زمین کے نمناک ہونے سے ضرور بیمار رہتے ہو گئے۔ ۸ بجے ۲۵ منٹ پر اسٹیشن پر شہر موٹان کے پہونچے جسکی آبادی ۸ ہزار کی

وینس
درختوں کا
جنگل
ہے

ہوگی اور لندن سے ۷۰ میل دور تھا۔ اور اس سے پہلے ہکو ۵۶۱ میل پر لندن سے شہر یکان
 جسکی آبادی اٹھارہ ہزار چار سو کی تھی۔ موڈان میں گاڑی زیادہ ٹھہری اور پہنے کھانا کھایا۔ چونکہ
 یہاں سے عمارتیں ختم ہوئی ہے اور سلطنت انکی کی شروع ہوئی ہے۔ اسلئے پڑ والوں
 نے ہمارا مال محمولی معائنہ کیا۔ اسی وادی مذکور کی گذر میں ایک تھل جو کوہ سینہ کے نیچے سے
 گذری تھی ہکو پیش آئی جس میں نہایت اندھیرا تھا اور حسین پانی جا بجا ٹپکتا تھا۔ کبیں کبیں کچھ
 روشنی ملے کی نظر آتی تھی طول اسکا بیس میل سے کم نہ تھا اور سنا جاتا ہے کہ اسکی برابر کوئی طویل
 تھل دنیا میں نہیں ہے۔ اس تھل کو اٹلی کے انجینیرن نے برف کے پہاڑ کو کھود کر بنایا ہے اور اپنے
 فن انجینیری کے جوہر کو عالم میں ظاہر کیا ہے اور کروڑوں روپیہ اس میں صرف کیا ہے۔ بعد اس تھل کے
 ایک اور تھل ہکو تھوڑی دور ملی۔ یہ پہلی تھل سے بت چھوٹی تھی۔ عجب لطف یہاں کے کھیتوں
 گندم اور جو میں ہکو بوجہ اختلاف آب و ہوا سے ملک معلوم ہوا کہ انگینڈ میں تو بالین تک دھننیز
 نہیں آئی تھیں اور یہاں کھیت پک کر کٹنے کو طیارے اور ہندوستان میں تین مہینے سے زیادہ ہوئے
 کہ فیصل کٹ گئی تھی۔ غرض ہم سوا دس بجے دن تک اسی وادی میں چلتے رہے اور عجیب و غریب
 منظر و چھپ سرسبز و شاداب دیکھتے گئے جنہیں سے ہر منظر ہندوستان کے نینی تال اور شملہ اور منسوری
 کے منظر دن سے بدرجہا فوقیت رکھتا تھا۔ اس وادی میں جو ریلوے گذری ہے اس کے متوازی بلکہ ملکہ
 مذکور کے متصل ایک دیا ٹھنڈی برف سے پانی کا زور شور سے بہتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس ریل پر جو ٹری
 محنت اور ہنر اور صرف کثیر سے بنی اور سپر نہال کثرت سے جاتا ہے نہ بہت مسافروں کیے جس سے یہ
 افسوس آتا ہے کہ اس ریل کے ابھارے بمبادا کچھ فائدہ اسکی کمپنی کو نہوا ہو۔ جو دیہات اور قصبات
 ہماری نظر سے اس ملک میں گذرے۔ مکانات اونکے اگرچہ مثل انگلستان خوشنما نہ تھے مگر اچھے
 تھے۔ ۱۲ بجے دن کے پہنچنے دیہات علاقہ انکی کو دیکھا کہ جہاں شل ہندوستان کے عورت مرد

بہ صورت کاشتکاری تھے مگر اپنے ہل گھوڑوں سے چلاتے تھے۔ پہر ایک بجے دن کے
ہم شہر ٹورن مین پہنچے جسکی آبادی ۲۴۰۰۸۵۳ تھی اور یہ شہر لندن سے ۷۱ میل دور تھا۔
سڑی یہاں بہت کم تھی۔ اسٹیشن بیاںکا بہت بڑا اور خوشنما تھا اور عاتین سرکاری اس شہر کی مثل
علامت لندن کے عمدہ اور خوش قطع تھیں۔ مگر وہاں کی سی دستکاری اور آبادی اور تجارت دیکھنے کو
یہاں نہ تھی۔ یہاں ہماری ریل گاڑی تبدیل ہوئی اور ہم دوسری ٹرین مین سوار ہو کر شہر
ملان کو روانہ ہوئے۔ یہاں سے اب گرمی موسم کی بڑھنے لگی اور صرف جانب شمال کچھ پہاڑ
برف کے دور دور نظر آتے تھے اور شاڈونا رابشارین اور چشے دکھائی دیتے تھے اور جانب جنوب
زمین برابر اور ہوا تھی سو پانچ بجے دن کے ہم شہر ملان مین پہنچے جو لندن سے ۸۶۵ میل دور تھا
اور آبادی اسکی بقدر ۱۹۹۰۱۰ کی تھی۔ ہم ریل گاڑی سے اتر ایک مشہور کومو ہوٹل مین جا ملے
اس ملک کے دیات مین وہی بے رونقی ہندوستان کی سی چھا رہی تھی یعنی وہی کھوس
کے چھپر اور کپڑوں کے گھر نظر آتے تھے۔ عورتیں اور لڑکیاں ننگے پاؤں پہرتی تھیں پوشش
بھی انکی گنوا رہی تھی۔ شہر ملان اور ٹورن مین فرش سنگین بازار مین بنا ہوا ہے۔ اور ملان
مین چمڑکا واسطع ہوتا ہے کہ گاڑی کے اوپر بیٹا تھا جسمین پانی بہا تھا اور اس پیسے سے
ایک چمڑہ کے تل مین پانی آتا تھا جسکو ایک آدمی پیادہ پالاتا جاتا تھا اور اس تل سے پانی
سڑک پر چھڑکتا تھا۔ انہار سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مثل ہندوستان کے یہاں بھی اشاعت
تہذیب نے ملک مین ابھی قدم رکھا ہے۔ ملان مین ایک گرجا جو سنگ مرمر سے بنا ہے وہ ایستہ
ایک عالی شان عمارت ہے لیکن جو سفیدی ہنسنے میں تاج گنج پر دیکھی وہ سفیدی اس برج پر گرے
کے نہ تھی مگر سرکاری عاتین عمدہ تھیں۔ بعد دیکھنے گرے اور تصویر گھر کے مین قبرستان مین
بھی سیر کرنے کو گیا کیونکہ اسکا بھی سینے بہت نام سنا تھا۔ شہر ملان اور ٹورن کی ایک سی

عاقبتین تھیں اور گلی کو چے اونکے تنگ تنگ تھے۔ اور اس ملان کے گرد نواح دیہات میں
 بیلیوں سے ہل چلائے جاتے تھے۔ مٹکا کے لیتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ہسان
 بہت بوئی جاتی ہے۔ اور گیہوں جو کٹ رہے تھے۔ یہ بات بھی یاد آئی کہ جب میں کو موہوٹل
 میں اپنا اسباب رکھ کر مشورہ کر جا کر دیکھنے کو شہر میں ایک کرایہ کی گاڑی پر گھوڑے کی سوار ہو کر گیا تھا
 تو قریب گرجے کے ایک ہجوم جوان اور بچوں کا میری صورت دیکھ کر ہمارا ہوا لیا تھا۔ ہر ایک کچھ
 میرے لباس کو گونہ گونہ کی تھا اور میرا رنگ بھی گندی تھا مگر متعجبانہ دیکھتا تھا۔ اور دہانے جوان مرد
 اور عورت بھی علاوہ بچوں کے گونہ چشم سے مجھے اور میری وضع کو دیکھتے تھے اور اپنا
 شوق صاف طور سے میرے دیکھنے کا شل بچوں کے تو نہیں ظاہر کرتے تھے مگر بچوں کی طرح
 میرے قریب چلے آتے تھے۔ پولس نے دہانے مجھے انگریزی میں کہا کہ اگر آپ کہیں تو
 ہم ان بچوں کو جو ہجوم کر رہے ہیں ہمارے بین سمجھا کہ اگر منع کرتا ہوں تو بقول انسان جی
 الی صائم اور ہجوم بھج کر کیٹے اور خلاف اسکے اگر میں ان کی طرف متوجہ ہو کر اظہار محبت کر دوں گا
 تو وہ شوق اور کھا کھٹ جادے گا اسلئے میں نے پولس کو اونکے ہٹانے سے منع کیا مگر تاہم کئی
 لڑکیوں اور بچوں نے جو پیچھے سے میرے خبر سن کر آئے تھے اور میں ہوٹل کی طرف گرجا
 سوار ہو کر چل دیا تھا تو بے کہ نہر بانی فوکر کہو بھی ایک نظر دیکھ لو۔ چنانچہ میں نے فوراً اونکے
 منشاء کی تعمیل کی اور بہت محبت سے پاس بلایا اور پیار کیا۔

۳۳۔ جون ۱۹۴۷ء - ڈیڑھ شنبہ - ڈیڑھ بجے دن کے میں پہر کچھ سیر شہر کی کر کے بسیل
 ریل روئے شہر و میں ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک عمدہ خوش طبع شہر نظر آیا۔
 جو کچھ زمین ہموار پر بسا ہوا تھا اور کچھ دامن کوہ پر تھا۔ صورت سے اسکی مجھے آبادی نینالی
 کی یاد آگئی۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ منٹ پر مجھے شہر دید و نا عین روئے مل

۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

رہت مشورہ معروف اور نہایت پر لطافت اور دلچسپ ہے۔ اسی شہر کے دو دو اگر دن کی ایک
مشورہ ناول (داستان) بنائی گئی ہے۔ لندن سے ۷۰ میل دور ہے۔ علامات قدیمہ میں سے
اسکے گرجے اور محل ہائے شاہی قابل دید ہیں۔ ۷۱۰۰ یہاں کی مردم شماری ہے۔ ایک
حصہ فوج سرکاری پولس کا یہاں رہتا ہے اور شہر کی خوبصورتی ایک دریا کے بننے سے جو متصل
اسکے ہے دونی ہو گئی ہے۔ اس شہر میں اور اٹلی کے شہروں میں جو پیچھے گزر چکے کپریل
اور چھپرے گہر بہت نظر آئے اور بالعموم کاشنکاروں کے گہراونگے کمینوں کے پاس تھے۔ آبادی
اس نواح کی بالعموم خلاف ملک انگلینڈ نظر آئی۔ غرض شام کو ۷ بجے ۳۵ منٹ پر شہر وینس کے
اسٹیشن پر ہماری گاڑی پہنچی۔ یہ شہر ایک خلیج سمندر سے گہرا ہوا ہے۔ یہ شہر لندن سے براہِ خشکی
۱۰۴۳ میل دور ہے اور آبادی اسکی قریب ۱۳۱۶۱۳ کے ہے۔ نہایت تعجب انگیز بات مجھے اس شہر
کی بمقابلہ درجہ شہروں کے جو اب تک میں نے دنیا میں دیکھے یہ پائی گئی کہ اسکا شہر کو چھ اور گلی اور
شہر کے بارے خود ایک ایک جہاں گاہ نہ تھی جو انجام کو سمندر سے مل گئی تھی۔ جس طرح سے کہ شہر کوں کے
کنارہ گہر ہوتے ہیں اسی طرح سے اس شہر کی نہروں کے کنارہ پر پکے پکے گہر بنے ہوئے تھے جنکی
بنیادیں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں اور سواریاں یہاں کی بالعموم کشتیاں دُکانی آبادی کسٹہ
پنوں پر تھیں۔ چھوٹے چھوٹے ڈونگے اور بڑے بڑے اسٹیمر تھے۔ جب میں ریل گاڑی سے
اُتر تو مجھے پلیٹ فارم پر ایک کشتی رہنما معہ ایک افسر کے استقبال کے لئے حاضر ملاحظہ ہوا کہ
وہ حسبِ تحریک گریڈلی اینڈ کو کمپنی لندن کے حاضر ہوا ہے۔ وہ افسر اور کشتی معہ اسبا کے
ریل سے لیکر ڈانیل ہوٹل میں ایک کشتی پر سوار کر کے لینگے جو کنارہ پر سمندر کے واقع ہے۔ اس ہوٹل
کے ایک سمت نہر تھی اور اوسے طرف دروازہ ہوٹل کا تھا اور دوسری طرف ہوٹل کے ایک سمت بڑا
پلیٹ فارم بصورتِ چہترہ کے نیگین بنا ہوا تھا اور اس طرف بھی ایک دروازہ ہوٹل کا تھا اور یہ چہترہ ایسا

دس بجے تھا کہ جیسر ہزار آدمی صبح شام پھرنے کے لئے اور سیر کرنے کو آیا کرتے تھے اور سیر کرنے والوں نے وہاں مینروں اور کرسیاں بھیجی رہتی ہیں جن پر وہ آرام کیا کرتے اور وہیں خوانچہ والے ہتھائی میوہ شرب پھرٹ کھانا بچا کرتے اور اسی چوڑے کے دوسرے کنارہ پر سمندر میں لاتا اور یہیں گھاٹ کشتیوں پر سوار ہونے کے لئے بنے ہوئے تھے۔ اس پلیٹ فارم کے کنارہ اسٹیشن کشتیوں و خانی کے جو سیر کرانے آدمیوں کو بیجاتی ہیں بنے ہوئے تھے جس طرح سے کہ لندن میں دریا کے ٹیمس کے کنارہ بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کے آدمی بھجوری اور نہ ہونے مکر کے انھیں کشتیوں پر چڑھ کر آراستہ پہرہ پہنتے ہوتی ہیں اپنے حوائج کے لئے چلا پھر کرتے ہیں اور انھیں کشتیوں پر غلخانہ کو جو سمندر میں بنا ہے اور سرکاری بانگ کو جایا کرتے ہیں۔ غریب غریبا اپنی کشتیوں کو خود کھیلتے ہیں اور امیر آدمیوں کی کشتی نوکر چلاتے ہیں۔

۲۴ جون ۱۸۵۷ء روز چہار شنبہ۔ آج میں دس بجے دن کے دفتر میں ایکسپٹی اینڈ او کپنی کے گیا اور میری کشتی پر میرا کمنڈر بھی ہمراہ تھا۔ وہاں بیٹھ جا کر حال آمد و رفت جہاز لبارڈی کا دریافت کیا جو یہاں سے پی اینڈ او کپنی مذکور کے مسافروں کو اسکندریہ لیجانے والا تھا۔ پہر وہاں سے اوٹھ کر ایک کارخانہ میں گیا جہاں شیشے کے تاروں سے رنگا رنگ پھول بونٹے کا کام بن رہا تھا۔ وہ حقیقت میں میرے لئے ایک بالکل نیا تماشا تھا جو میں نے دیکھا تھا۔ یعنی آگینہ کی جی کو کہ کوئی سبز تھی کوئی سبز کوئی اودی کارگر لیمپ کی لو سے اس طرح پگھلاتے کہ لمپ کے شعلہ کو ذریعہ اوس نئی آہنی کی ہوا کے جو ان کے منہ میں دبی ہوئی تھی شیشے کی جی تک پہنچاتے اور جب وہ شیشہ حرارت سے شعلہ کی پگھلا جاتا تو اوس سے تار یا ایک نکالتے اور اوس سے گل اور بوٹہ چیزوں پر بناتے تھے اسے موزایک کا کام کہتے ہیں۔ کسی گل کا یہ کارگر انتقال نہیں کرتے۔ جب ہماری کشتی ایکم۔ کیو۔ میسٹولین کے کارخانہ کے دروازہ پر پہنچی تھی تو ہماری کشتی ان کے دروازہ

ہینرلی کنڈی سے باندھی گئی تھی۔ اور ہم کشتی سے اتر امدکار خانہ کے چلی گئے تھے وہاں کے
یہوج نے ہکو اپنے ہاں کے اشتہار بھی دیئے تھے۔ چونکہ میان یہ کام ذریعہ کلون کے نہیں ہوتا۔
اسلئے وہ گران بھی تھا اور پکری ادسکی بہت کم تھی اور کاریگر آدمی مفلس تھے۔ پھر ہم ہوٹل کو اپنے
لوٹ آئے اور وہاں سے پھر لمبارڈی نام جہاز کے دیکھنے کو گئے جو ہکو اسکندریہ لیجانیوالا تھا۔
اور وہ چارے ہوٹل کے سامنے ہی اگرنگر انداز ہوا تھا۔ اس جہاز کے کپتان ڈبلیو اے تھا مین تھے اور
یہ جہاز ۲۴ مہین بوجھ اٹھاتا تھا اور بانس گھوڑے کی طاقت اس کے انجن میں تھی۔ اس مینے میں بیان
ایسی گرمی اور سردی تھی کہ فیس ہندوستان میں بامہ مایچ و فروری الہ آباد اور آگرہ میں ہوتی کرتی
ہے۔ غرض میان مجھے سب سے زیادہ دلپسند وہ چوترونگین معلوم ہوا کہ جو میرے ہوٹل کے سامنے سمندر
کے کنارہ تھا۔ جہاں کہ دو بجے رات تک جلسے دوستوں کے رہتے تھے اور خوش عیش لوگ وہاں شراب
پنی کرگ ہانکا کرتے تھے اور ٹنڈی ہوا سمندر کی کھایا کرتے تھے۔ پھر ہم ۱۰ بجے دن کے کشتی دُخان
پرجو سیر سیاحوں کو کرایا کرتی تھی غسل خانہ سمندر کو جسکا بڑا نام اس شہر میں مشہور ہے گئے۔ غسل خانہ
ایک اچھی جگہ میں نسل عثمانیہ نینی تال کے سمندر کے کنارہ بنا ہوا ہے جس میں مرد و عورت سب جاںگیر
و قیس ریشمی پنکڑ اور عورتیں تیلیان سینہ پر ہوا کی بھری باندھ کر اور مرد ڈو پیان گھاس کی سرپوٹ کر
تو نمون پر سوار ہو کر پھرون نہایا اور تیرا کرتی ہیں۔ اور جہاں سے سمندریں کودتے ہیں وہ ایک
چوبی چوترونگ سمندر سے قد آدم اونچا ہے اور اوس کے اوپر کوٹھریاں نمایاں لون کے لئے بنی ہوئی ہیں
اور وہیں چوترونگ پر بعد نہانے کے کپڑے پہننے اور کھانا کھانے اور شراب پینے اور استراحت
کرنے کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں اور وہ اتنے وسیع ہیں کہ ہزاروں نہانے والے آرام سے
استراحت کر سکیں اور پھین عام جلسے بھی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس چوترونگ چوبی پر جا بجا کریا
اور مین آرام کے لئے کچھی ہوئی ہیں اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ سمندر کے اوس موقع میں

جہان نہانے والے یون نہاتے ہیں وہاں زنجیرون سے اوسکی ایک حد مقرر کر دی ہے کہ جو بیہوش سے بند ہے ہین اوسکے آگے نہ کوئی تیرنے والا جائے نہ موج اوسکو کھینچ کر لیجائے اور ہی جگہ ایک جال بھی آہنی تہ زمین تک سمندر میں ڈال دیا گیا ہے کہ کوئی موذی جانور بھی سمندر کا کسی تیرنے والے کو گزند بھی نہ پہنچائے۔ ہر مین متصل اسکے ایک باغ میں جسے پہلک گارون کہتے ہیں گیا۔ یہ باغ محض ایک چھوٹا سا سی باغ ہے یہاں بوجہ ہونے اور باغ کے اسکی قدر ہے۔ اس شہر میں ایک محل ڈیو جو نو نام بھی قابل دید ہے۔ پھر اگر اپنے ہوٹل میں کھانا کھا کر سو رہا۔

۲۵۔ جون ۱۸۵۴ء روز پنجشنبہ۔ آج ۱۰ بجے جہاز لمبارڈی پر سوار ہوا اور جہاز نے بقصد روانگی برٹنڈنسی اپنا نگر سنبھالے اور اٹھایا۔ راہ میں بہت سی آبادیاں اور ملک خوب ہرے بھرے نظر سے گزرے اور گرمی موسم کی افزون ہوئی لگی۔

۲۶۔ جون ۱۸۵۴ء روز جمعہ۔ آج ۳ بجے صبح کے ہمارے جہاز نے اگلونا کے بندر میں قیام کیا۔ اس شہر کی عاتین مثل الطاف اور جبرائیل کے ہیں۔ اگرچہ یہاں بھی آبادی ۲۸ ہزار کے قریب ہے مگر کچھ رونق نہیں ہے۔ ایک قلعہ بھی یہاں ہے مگر وہ سامان جنگی جو مالطا اور جبرائیل کے قلعوں میں تھا یا اوسکا اساتھ کام اور موچہ بندی نام کو نہیں ہے۔ عورت یہاں کی دوپٹہ مثل عورت ہند کے ہنتی ہیں۔ یہ شہر لندن سے ۱۱۰ میل دور ہے۔ آج ہی ۱۱ بجے دن کے جہاز نے ہمارے یہاں سے بھی انگرا اٹھایا اور موسم روز بروز گرم ہونے لگا اور سرسبزی میں کمی معلوم ہونے لگی۔

۲۷۔ جون یوم شنبہ کی صبح کو جہاز ہمارا برٹنڈنسی میں پہونچا۔ یہ بندگاہ ایک ذیل مقام ہے اور کنارہ سمندر کے فوج کے ٹھہرنے کے مکان کچھلے غصے بنے ہوئے ہیں باقی خیریت اور ایک ٹرل سا قلعہ بھی اطالین کا یہاں ہے۔ آبادی یہاں کی ۱۷۵۰۰ ہے اور لندن سے ۳۵۰ میل دور ہے۔ کوٹیاں یہاں کی بڑے بڑے سینک رکھتی ہیں۔ اونکا ایک گلہ بننے دیکھا جنہیں سے ایک بڑے بکے

ہین بڑا گنہہ پڑا ہوا تھا۔ آدمی یہاں کے محتاج پکھے کپڑے پہنے سبک مانگتے ہمارے جہاز کے پاس آتے تھے رنگ اونکے سانس تھے مگر ہم نے پیرس سے یہاں تک برابر ملکوں میں صدمہ ہوا چکیاں خلافت ملک انگلینڈ کے چلتی دیکھیں جو غلہ پسیا کرتی ہیں مگر انگلینڈ میں یہ چکیاں سب آبی اور دُخانی گل سے چلتی ہیں اور نہرو میں یہاں کی بھی کشتیاں چلتی نظر آئیں۔ غرض ہر ملک اٹلی کا دیکھ اپنے ہندوستان کے خوب بے دولت محتاج آدمی یاد آگئے جان تہذیب نے ابھی قدم رکھا ہے۔

۲۸۔ جون ۱۸۵۷ء روز یکشنبہ۔ آج ہمارے جہاز پر لندن کے آئیوے مسافر سیدھے آکر سوار ہوئے اور میں بھی کے جانے کے لئے لندن سے آگیا۔

۲۹۔ جون ۱۸۵۷ء روز دوشنبہ۔ آج ۳ بجے صبح کے ہمارا جہاز روانہ اسکندریہ ہوا۔ اور ۳۰۔ جون اور یکم جولائی ۱۸۵۷ء کو بحیرہ میں برابر چلتا رہا۔

۲۔ جولائی ۱۸۵۷ء پنجشنبہ کی صبح کو ۴ بجے بندرگاہ اسکندریہ میں آکر نگر انداز خیریت سے ہوا۔ برٹنسی سے یہ مقام ۸۲۵ میل دوسرے اور لندن سے براہ برٹنسی ۲۲۷ میل دوسرے۔ ۳۰۔ جون کو برابر جہاز پر سے ہرکو ہار ملک یونان کے جانب چپ نظر آیا کئے۔ اسکندریہ میں خوب انگور اور اور تازہ میوے بقیہ ارزان خریدے اور راستے کے لئے بھی بہر لئے۔ آبادی یہاں کی ۱۶۳۷۳۲ ہے۔ ہم معہ اور چند اپنے انگلش دوستوں کے جنہیں سے مسٹر جونز صاحب بہادر بھی کلکٹر درہنگہ ملک بنگال کے تھے۔ سیر کو شہر اسکندریہ کے گئے اور وہ مقام بھی جا کر ملاحظہ کیا جہاں فوج انگریزی نے سمندر سے گولہ باری کر کے فوج عربی پاشا کو ہٹا دیا تھا اور مکانات کو مسمار کر دیا تھا۔ اب وہ عمارتیں مسمار شدہ پہلے سے اچھی خوبصورت تعمیر ہوتی جاتی ہیں اور انکی ساخت مثل کوئین اور محلوں کے ہوتی ہے۔ چنانچہ جو شرقی حصہ اس شہر کا بندرگاہ کی طرف ہے جسے اسکندریہ کہنا چاہئے وہ نہایت خوبصورت مکاناتوں سے آباد ہو گیا ہے اور بازار بھی دہانکا عایشان بہت پُر رونق نظر آتا ہے۔

گو کچھ دکانیں میں سی ہیں۔ مگر جو حقتہ قدیمی جنوبی اس شہر کا ہے وہ بدستور سیلا اور کثیف ہے۔ مکانات
غریب پر گھوڑا اور کوڑا چھتوں پر سکھایا جاتا ہے جس سے ایک تعفن پیدا ہوتا تھا۔ البتہ نہروں سے آبپاشی
یہاں تک باغونکی ہوتی ہے جس سے وہ بہت شاداب پائے گئے اور ایسے ہی آبوشمی کے لئے بھی پانی
بہت کثرت سے ملتا ہے۔ اسی اسکندریہ سے سویز کی راہ میں تل الکبیر پڑتا ہے جہاں عربی پاشا
اور سرکار انگریزی سے لڑائی ہوئی تھی جسکا پینوراما بمقام کرٹل پلیس بنایا گیا ہے۔ پھر ہم اسکندریہ سے
براہ ریل ۹۰ بجے دن کے روانہ سوئز ہوئے۔ دیہات مصر کے ہندوستان کے دیہات سے بھی
بدرجہ دیکھے گئے۔ اہل ہنر یہاں کے بیلون سے اور اونٹوں سے اور بھینسوں سے چلتے دیکھے اور ایک
بے جوڑ ہل ہنرے خود اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جمین ایک طرف بیل لگتا تھا اور دوسری طرف ایک اونٹ۔
فصل کپاس یہاں بہت کثرت سے ہوتی ہے اور ہزار ہا بلکہ لاکھوں بیگہ میں بوئی جاتی ہے اور
درخت بھی اس کے بہت بلند ہوتے ہیں جس میں گھوڑے سوار چھپ جاے اور روئی دبانے کے پرلے
بھی یہاں نظر آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تہذیب مغربی نے یہاں بھی قدم پہلایا ہے۔ آدمی
یہاں کے سیاہ سانولے یا گندم رنگ ہوتے ہیں گرد غا باز اور بے شرم۔ خوشحال آدمیوں کو بھی یہاں کے بھیک
مانگنا کچھ کر دہ نہیں معلوم ہوتا۔ تنگنا نا دیہات میں معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ راہ میں سویز کے ایسے ایسے
میدان بے رونق اور بے آب اور بے درخت خشک بھیانک نظر آئے کہ جتنے دیکھنے سے ایک
دشت پیدا ہو۔ سویز میں جب ہم پہونچے تو وہاں سے ہم جہاز آسام پر سوار ہو گئے جسکے انجن کی طاقت
پانچ گھنٹوں کی تھی اور ۳۰۴۰۰ ٹن بوجھ اٹھاتا تھا۔ اور جہاز سیام کے آنے کے لئے جولائی ۳ سے
سیدھا راتری مسافر وال لاتا تھا۔ بندرگاہ میں منتظر رہے مگر نہ لیا کہ وہ جہاز بوجھ شکستہ ہو جانے کے
نہر سویز میں انک راہ سے بندرگاہ سویز تک نہیں آسکتا۔ چنانچہ ۳ جولائی کو بھی جہاز سیام کے
آنے کا انتظار رہا مگر ۴ جولائی کو جہاز سیام کے مسافر اور ڈاک اور مال اور کشتیوں پر آیا اور انہی

چہرہ کے جہاز ہمارا روانہ عدن ہوا۔ مگر میرا بدن چھوٹنے کا اور کرسی کا اسی جہاز سیام
میں رہ گیا۔ سنا گیا کہ وہ جہاز چین کے ملک کو چلا گیا۔ سوئیز سے جو مسافر حیدہ کو جانا چاہے وہ تین
یا چار دن میں کرایہ حسب ذیل دیکر دفائی جہاز میں جاسکتا ہے۔ مسافر درجہ اوّل ۵ پونڈ۔ مسافر درجہ
دوم ۳ پونڈ۔ مسافر درجہ سوم ۱ پونڈ۔ کھانا درجہ اوّل اور دوم کے مسافروں کا باورچیخانہ جہاز سے
ملیگا۔ اور سویم درجہ کے لوگ اپنے پاس سے کھاویں گے۔

۵۔ جولائی ۱۹۵۷ء روز شنبہ کو جہاز ہمارا بمقابلہ حیدہ پہونچا۔ اور ۶۔ جولائی روز دوشنبہ کو دن
میں گرمی جہاز پر بہت معلوم ہوئی مگر خفیف طوفان بھی اسی وقت آیا جس سے ہوا سرد ہو گئی۔
۷۔ جولائی ۱۹۵۷ء روز شنبہ کو جہاز ہمارا بمقابلہ جبل الطیر پہونچا۔ ۸۔ جولائی روز
چار شنبہ کو جہاز ہمارا دس بجے دن کے باب المندرب سے جو کر گیا مگر گرمی سے بہت تکلیف رہی
اور اسی روز ۵ بجے دن کے داخل عدن ہوا۔ جسکی آبادی ۳۵۱۶۳ ہے اور ۱۳۰۸ میل سوئیز
سے دور ہے اور پھر دس بجے رات کے وہاں سے بھی کوئیلہ لیکر روانہ بھی ہو ۱۱۔ جولائی ۱۹۵۷ء
مع النہیر شنبہ کو اوّل وقت دس بجے عید کے دن بخیر و خوبی داخل بھی ہو جس سے مسلمان مسافروں کو
دو عیدوں کی خوشی ہوئی۔ ایک اپنے سلامتی سے پہونچنے کی اور دوسری عید منہان کی۔

باب سوم

باب اوّل میں ہم ذکر کرتے ہیں کہ فلاں فلاں وجوہ سے یہ سفر یورپ میں سے اختیار کیا تھا مگر
فقرات ۳ و ۴ وہ اخیراً مذکور کے کچھ تشریح طلب تھے اسلئے اس باب میں وہ تشریح
ملکی جاتی ہے۔ تشریح فقرات ۳ و ۴۔ باب اوّل۔ اگرچہ میں انگلند میں برسوں
نہیں رہا۔ مگر اس عرصہ قلیل سفر میں جہاں تک مجھے پھر گیا پھر۔ اور غور و تامل سے ہر ایک
شے کو دیکھا۔ امراء یا سادہ مزاج سیاحوں کی طرح مہر سری نظر سے میں نے انگلند کو نہیں دیکھا۔

مین نے چھوٹے بڑے وہ سب شہر اور قصبے انگلستان کے بالقصد ضرور دیکھے کہ جتنا ایک
سیاح متغصن مزاج کو دیکنا ضرور تھا اور جنھوں کی وجہ سے عالم مین نام انگلستان کا روشن
ہو رہا ہے۔ ویسے لندن۔ جو آج دنیا بھر مین اپنا جواب کثرت آبادی و رونق و انتظام و
صفائی و صناعت و قوت بحری و بری و ترقی علم و ہنر مین نہیں رکھتا ہے۔ لیورپول جو
تجارت کی ایک بڑی منڈی ہے۔ کیمبرج جو دارالعلوم انگلینڈ کا ہے۔ مین چیسٹر جو پارچہ
کا گھر ہے۔ برکنیل ہیڈ جو جہازوں کی ساخت کی جگہ ہے۔ اسٹوک جہان کان سے کوئلہ
کھودا جاتا ہے۔ وگن جہان مینی سازی کا کام ہوتا ہے۔ ریڈنگ جہان بسکٹ سازی
کا عظیم الشان کارخانہ ہے۔ کرٹیل پلیس جو ایک مقام قابل دید انگلستان کا ہے۔ وینڈر
جہان محل شاہی حضرت قیصر ہند کے بنے ہیں۔ انکے سوا اور بہت سے شہر اور قصبے اور گاؤں
ملک مذکور کے دیکھے کہ جتنا مفصل ذکر باقی مین آگیا ہے۔ مگر کچھ کسی مقام پر یہ ضرورت نہیں پڑی کہ
مین اپنے طریقہ اسلام کی سیطرح خلافت و رزری کردن۔ یعنی جو چیز ممنوع شرعی ہے اسے کھاؤں
یا پیوں اور نہ کسی صاحب نے مجھے اس کے لئے مجبور کیا۔ میرے نزدیک ایک سید سے سادے
مسلمان اگر نری دان کو تمام انگلستان مین کیطرح کی تکلیف نہیں پہنچ سکتی ہے اور وہ بے کسی
خدا تبار کے پابندی اپنے مذہب کے باسائش زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اور ایسے ہی اگر کوئی ہندو صاحب
دھان رہیں تو وہ بھی اپنی گذر آسانی سے پابندی رسوم مذہبی کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایک برہمن یا رسوئی
پکائی والا اور ایک خدا تبار رکھار ساتھ رکھیں کیونکہ یہ صاحب برخلافت مسلمانوں کے غیر مذہب کے آدمی
کے ہاتھ کا پکایا ہوا نہیں کھاتے ہیں۔ اور یہ بات جدا ہے کہ جب انگلینڈ مین پہنچے اور سردی معلوم
ہوئی تو خواہ مخواہ شراب کی فرومائش ہوٹل والہ سے کی اور ممنوع گوشت کے کبابوں کی ہدایت
اسواروں یعنی بکاول کو فرمائی۔ مجھے کسی حال مین یہ بے قیہ مذہب نتیجہ لازمی دہانکی اقامت کا

معلوم ہوا۔ اور جو لوگ جانے انگلستان سے کچھ اتے اور رکتے ہیں وہ نتیجہ اونکی نادانیت کا ہے اور کچھ خیال بُد مسافت وطن اور کثرت مصارف کا ہے ورنہ اب سفر انگلستان کے لئے وہ سواریاں آرام اور آسائش کی مثل جہاز و خانی دریل تیز رفتار کے میاں لگتی ہیں کہ جنہیں گھر سے زیادہ آرام خورد و نوش کا ملتا ہے اور کوٹھیں سے سوا سامان راحت کا موجود رہتا ہے۔ بیشتر اسباب ضروری خورد و نوش کا سب جگہ بآسانی مل سکتا ہے مگر ہاں کچھ گران ہے اور اسی وجہ سے ایک آدمی کی بسر اوقات کے لئے متوسط حالت میں بصورت قیام لندن یا کسی اور بڑے شہر کے دو سو روپیہ ماہوار درکار ہونگے۔

تشریح فقرہ ۵۔ مجھے اس سفر و سیاحت میں انگلستان کی اصل وجہ خیر خواہ ہونے۔
 وہاں کی رعایا کی اپنے بادشاہ کے ساتھ یہ معلوم ہوئی کہ ادس ملک کا انتظام سلطنت متعلق دربار پارلیمنٹ کے جسے جسین و مجلسین ہیں۔ ایک مجلس امراء اور دوسری وکلاء رعایا کی۔ اور اسی مجلس منوخر الذکر کو زیادہ اقتدار امور جہان داری اور حکمرانی میں حاصل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرد بشر دہانکی رعایا کا جسکا کل دربار پارلیمنٹ ہو اس آف کا منس میں موجود رہتا ہے وہ اپنے کو حاکم بھی جانتا ہے اور محکوم بھی۔ اور یہ ہی سبب ہے کہ کوئی قانون خلاف عام رضی رعایا جاری نہیں ہو سکتا گویا قانون بڑے ضرورت رعایا جاری ہوتا ہے اور اسی وجہ سے رعایا کو بھی کوئی شکایت عوام کو رنٹ سے اپنی نہیں ہے اور خلاف سلاطین و راجاے ایشیا کے جہاں کے حکمران بذات واحد خود تمام قانون کے اختیار رکھتے ہیں جسے ہر ایک شخص رعایا کو خواہ امیر ہو یا غیر خطہ جان مال کا لادہ رہتا ہے اور انگلستان میں خوش نصیبی و دہانکی رعایا کو انتظام جہان داری کا ہاتھ میں دکلائے رعایا کے ہر اگرچہ خباثت پسند ملکہ معتمد کو یمن و کٹور یا دامت اقبالہ دہانکی اور ہند کی با اختیار شاہی فرمان فرما ہیں۔ جو اپنی رعایا پر ایسی مہر و نیرز کہ کوئی مان اپنی بچوں پر نہوگی اور ہر وجہ جاری نہون ترقی علوم و فنون کے رعایا سب ذمی ہنر و زہی علم

آسودہ اور اپنے حقوق سے آگاہ اور کار فرما۔ وہ انکی واقفیت علمی اور تجربہ کاری اور خدا تر
 اپنے فرائض منصبی پر پوری سے مطلع۔ اسلئے رعایا اپنی گورنمنٹ کی دل و جان سے مطیع اور ہوا خواہ
 اور گورنمنٹ کو اس رعایا پر پورا بہروسا اور اعتماد گویا گورنمنٹ کو اپنی رعایا پر ناز ہے اور رعایا
 کو ایسی گورنمنٹ کے ہونے سے فخر و امتیاز۔ جو لوگ وہ انکے ذی علم اور دولتمند ہیں وہ پچھلے
 عالموں اور ماہرون فنون کے تجربہ سے فائدے اٹھاتے ہیں اور روز بروز اختراعات جدید
 میں ترقی کرتے ہیں اور وہ آلات قوت علمی سے ایجاد کئے ہیں کہ ایک ایک آدمی صد ہا آدمی کا کام
 کرتا ہے اور ہزاروں آدمیوں کی اجرت کماتا ہے جس سے دولت بھی ملک کی بڑھ گئی اور گورنمنٹ
 کو قوت بحری اور بری وہ حاصل ہوئی کہ کوئی بادشاہ انگلستان کی طرف بری نظر سے دیکھ نہیں
 سکتا جب وطن نے وہ شوق و التئیر ہونے کا پید کیا کہ ایک ملک کو سپاہی بنا دیا ہے۔ جناب ملکہ
 انگلستان دھیمہ منہ کو خدا کے فضل سے انھیں جوہ تمام سلاطین ایشیا پر صدارت حاصل ہے کہ قوت فوجی نہایت
 مستحکم۔ رعایا خوش۔ ملک آباد۔ علم و ہنر میں ترقی روز افزون۔ گویا اب انگلستان اراکین
 دنیا کا ہو گیا ہے اور اس مصلحہ کا مصداق ہے۔ عہد بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد +

بَاحِیَہ مَہِیَہ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی صورت میں ایک آٹھ یوہیڈ براؤن لیا جائے گا۔

8703
ن-س
8703
۵
شماره پورپ
۹۱۹
۹۱۹

۱۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۲۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۳۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۴۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۵۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۶۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۷۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۸۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۹۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
 ۱۰۔ اگر کسی نے غصہ کیا تو غصہ
 چھوڑ دے۔ غصہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

